بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حجاب فاطمہ نے یہ ناول (اچھی لڑکی) صرف اور صرف نیو ایرا میگزین(New Era Magazine)کیلئے لکھا ہے۔اس ناول (اچھی لڑکی) کے تمام جملہ و حقوق بمعہ مصنفہ کے نام صرف اور صرف نیو ایرا میگزین (New Era Magazine) کے نام محفوظ کیے جاتے ہیں۔ لہذا کسی بھی ادارے،ڈائجسٹ،سوشل میڈیا،ویب سائٹ یا کوئی بھی فرد بمعہ مصنف کو اس کا کوئی بھی حصہ کسی بھی صورت میں شائع کرنے کی سخت ممانعت ہے۔ عمل درآمد نہ کرنے کی صورت میں قانونی کاروائی کی جائے گی۔

شکریہ

ادارہ:نیو ایرا میگزین

****

وہ اپنے آفس ورک سے فری ہو کر باہر نکلی۔ جمعہ کی وجہ سے رش کم تھا۔ وہ پوائنٹ پلیس پر پہنچی۔ وہاں اپنے ہی ایک ہم عمر لڑکے کو بیٹھے دیکھا جسے سانس لینے میں تکلیف ہو رہی تھی۔ اسے دیکھتے ہی وہ اسکے پاس چلی آئی۔

"آپ ٹھیک ہیں؟" اس نے تفکر سے پوچھا۔ اس شخص کا منہ سرخ ہو رہا تھا۔ سانس لینا مشکل تھا۔ کچھ بھی کہے بنا اس نے بیگ سے انہیلر نکالا اور اسکا منہ اوپر کرتے ہوئے اس کے منہ میں انہیلر دے دیا۔ دو سپرے کرنے کے بعد تھوڑی ہی دیر میں وہ تو بہتر ہو گیا مگر اس چکر میں اس نے اپنا پوائنٹ مس کر دیا۔

"آپ ٹھیک ہیں؟" وہ دوبارہ بولی۔ لہجہ اب بھی پریشان کن تھا۔

"جی۔ تھینکس"۔ وہ چہرا اسکی طرف کئے اسکی آنکھوں میں دیکھ رہا تھا جو حیرانگی سے اسے دیکھے جا رہی تھی۔

"آپ ٹھیک ہیں؟" اسکے سوال پر وہ چونکی پھر سر جھٹک کر نظریں اس پر سے ہٹا لیں۔

"آپ ٹھیک ہیں نا؟" وہ دوبارہ بولا تو اس نے صرف "ہوں" پر ہی اکتفا کیا۔

"میری وجہ سے آپکا پوائنٹ مس ہو گیا ہے۔ چلیں میں آپکو ڈراپ کر دیتا ہوں"۔ وہ سنجیدگی سے بولا۔ اسکا لہجہ مدھم اور نرم تھا۔

"نو تھینکس۔ اسکی ضرورت نہیں ہے"۔ وہ پوائنٹ پلیس کو دیکھتے ہوئے بولی جہاں اب کوئی ذی روح موجود نہ تھا۔

"دیکھیں آج جمعہ کی وجہ سے لوگ نہیں ہیں۔اس طرح آپکا اکیلے رکنا مناسب نہیں ہے۔ ویسے بھی آپ نے میری مدد کی ہے تو مجھے بھی کرنے دیں"۔وہ انکار کرنا چاہتی تھی مگر وقاص کا خیال آتے ہی اس نے ہامی بھر لی۔

"آپ ڈرائیو کر لیں گے؟"اس شخص کو اپنے بازو دباتے دیکھ کر وہ بولی تو وہ ہلکا سا مسکرا دیا۔

"کوشش کرونگا"۔

"رہنے دیں۔آپ وہاں بیٹھیں میں ڈرائیو کرتی ہوں"۔اسکی حالت کے پیش نظر وہ ڈرائیونگ سیٹ کی طرف بڑھی۔

"گھر کہاں ہے آپکا؟"وہ اسے پتا بتا رہا تھا پھر چونک کر بولا۔

"آپ پہلے مجھے چھوڑیں گی؟"

"جی۔آپ ابھی بالکل ٹھیک نہیں ہیں۔مجھے تو پتا بھی نہیں تھا کہ آپ یہ والا انہیلر یوز بھی کرتے ہیں کہ نہیں۔آپکی حالت ایسی تھی تو دینا پڑا"۔وہ بنا کسی تاثر کے سامنے دیکھتے ہوئے بول رہی تھی۔

"یہی یوز کرتا ہوں۔آپ کو بھی یہی پرابلم ہے؟"وہ کچھ سوچ کر بولا۔

"نہیں میرے بھائی کو ہے۔اسکی وجہ سے یہ ہر وقت اپنے پاس رکھتی ہوں"۔وہ اب بھی سامنے ہی دیکھ رہی تھی۔وہ کہیں کھوئی ہوئی تھی۔شاید ساتھ بیٹھے شخص کو پہچاننے کی کوشش کر رہی تھی۔

"آپ یونیورسٹی میں جاب کرتی ہیں؟" وہ بات برائے بات کر رہا تھا۔

"جی۔ یہاں سے رائٹ لینا ہے یا لفٹ؟"

"رائٹ۔ بس یہی ہے میرا گھر"۔ گاڑی دیکھتے ہی چوکیدار نے دروازہ کھول دیا۔ وہ گاڑی اندر لے آئی۔

"یہ آپکی گاڑی کی چابی۔ اب مجھے چلنا چاہیئے"۔ وہ اس حیران پریشان وجود کو چابی تھما کر گیٹ کی طرف بڑھنے لگی تو وہ جلدی سے بولا۔

"آپ اندر تو آئیں"۔

"نہیں شکریہ۔ مجھے پہلے ہی دیر ہو رہی ہے"۔ اس سے پہلے کہ وہ قدم اٹھاتی ایک لڑکی تیزی سے انکی طرف آئی۔

"بھائی آپ لیٹ کیوں آئے ہیں؟ یہ کون ہیں؟" اسکے لہجے میں اس شخص کے لئے فکر تھی۔

"میری طبیعت خراب ہو گئی تھی تو انہوں نے میری بہت ہیلپ کی۔ مجھے گھر بھی یہی لائی ہیں"۔ اس شخص کے بتانے پر وہ لڑکی اسکی طرف آئی۔

"تھینک یو آپی۔ آپ یہاں کیوں کھڑی ہیں اندر آیئے نا"۔ وہ جو اوپر چھت پر کھڑے شخص کو بنا پلکیں جھپکائے دیکھے جا رہی تھی سامنے کھڑی لڑکی کے اپنے کندھے پر موجود لمس سے اسکی طرف متوجہ ہوئی۔

"آپ ٹھیک ہیں؟" وہ فکرمندی سے اسکے سفید پڑتے چہرے کو دیکھ کر بولی۔

"مجھے جانا ہے"۔ اسکا لہجہ کھردرا ہو گیا تھا۔

"کون ہیں یہ ؟"اسی شخص کی گھمبیر آواز پر وہ پلٹی۔وہ اب اس سے کچھ فاصلے پر کھڑا اسی کو دیکھ رہا تھا۔

"انہوں نے بھائی کی ہیلپ کی ہے۔یہی انہیں گھر بھی لائی ہیں"۔وہ لڑکی لہجے میں محبت سمائے بولی۔

"اس ہیلپ کی وجہ جان سکتا ہوں؟"بہت ہی سنجیدگی سے سوال کیا گیا تھا۔

"اگر مجھے علم ہوتا کہ اس کا آپ سے کوئی تعلق ہے تو یقین جانیں اسکا رکا ہوا سانس بحال کرنے کے بجائے میں اسکا گلا دبا دیتی"۔ تنفر سے کہتی وہ وہاں سے چلی گئی۔اسکا مزید وہاں رکنے کا جواز ہی نہیں تھا۔جبکہ پیچھے کھڑا وہ شخص جسکی اس نے مدد کی تھی اسکے الفاظ پر دنگ رہ گیا تھا۔

پچھلے دو ماہ سے وہ اسی کی خاطر یونیورسٹی میں جاب کر رہا تھا۔اس نے عیشہ کو یونیورسٹی میں ہی دیکھا تھا جو دنیا جہان سے بے نیاز سر جھکائے کچھ پڑھتی ہوئی پوائنٹ کی طرف بڑھ گئی تھی۔ اسکا جھکا سر,ہلتے ہونٹ,چہرے پر اطمینان اسے بہت پسند آئے تھے۔دو تین دفعہ اس نے اسے ایسے ہی دیکھا تھا۔وہ وہاں اپنے کسی دوست سے ملنے آیا کرتا تھا۔پھر اسے دیکھنے کی غرض سے اس نے وہاں بطور وزیٹر جاب کرلی تھی۔

آج بھی وہ لیکچر لے کر آرہا تھا جب اسکی طبیعت خراب ہوگئی۔اسے سامنے دیکھ کر اور اپنی مدد کرتا دیکھ اسے بہت خوشی ہوئی تھی۔پھر اسکے ساتھ گھر آنا اسکی خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہ رہا

مگر اب اسکے منہ سے نکلنے والے الفاظ اسے تکلیف دے رہے تھے جبکہ بعد میں آنے والا شخص چہرے پر سنجید گی لئے اسے جاتا دیکھ رہا تھا۔جب وہ چلی گئی تو وہ بسمل سے بولا

"بھائی کو اندر لے جاو"۔

بہت زیادہ تجسس کے باعث رات کھانے پر اس نے آخر اپنے باپ سے پوچھ ہی لیا۔

"ڈیڈ عیشہ نے آپ سے ایسے بات کیوں کی؟"

"یہ وہی عیشہ ہے جسے تم پسند کرتے ہو؟"انکا سوال اسے چونکا گیا تھا اس نے کبھی ان سے اسکے بارے میں بات نہیں کی تھی۔اس نے تو زمر کے علاوہ کسی سے بھی بات نہیں کی تھی۔

وہ بھی اس لئے کہ وہ اسے عیشہ کو یک ٹک دیکھتے ہوئے پکڑ چکا تھا سو بتانا ہی پڑا۔

"آپ کو کیسے پتا؟"وہ حیران ہو کر بولا۔

"باپ ہوں تمہارا۔یہ بھی جانتا ہوں کہ اسکی وجہ سے تم نے یونیورسٹی میں جاب کی ہے"۔وہ مسکراتے ہوئے بولے۔

"اس نے آپ سے ایسے بات کیوں کی ڈیڈ؟"وہ پھر سے مدعے پر آیا۔

"وہ بچی ہے ابھی۔میں نے اسکی بات کا برا نہیں منایا۔تم بھی اسکے بارے میں مت سوچو"۔

کچھ سوچتے ہوئے انہوں نے کہا اور کھانے کی طرف متوجہ ہو گئے۔

"پھر بھی ڈیڈ"۔وہ ابھی بھی اسی بات پر اٹکا ہوا تھا۔

"عفان لیو دس ٹاپک"۔اس دفعہ سختی سے کہا گیا تو وہ چپ ہو گیا۔ویسے بھی انکی کنڈیشن ایسی نہیں تھی کہ انہیں غصہ دلایا جاتا۔پچھلے چار سالوں سے انکا دل بہت زیادہ کمزور ہو گیا تھا۔زرا سا غصہ یا پریشانی ان پر اثر انداز ہو سکتی تھی۔

"شادی کرو گے اس سے؟"سوال اتنا اچانک تھا کہ وہ گڑبڑا گیا۔

"نارمل سا سوال پوچھ رہا ہوں۔شادی کرو گے یا بس یونہی؟"اسے خاموش دیکھ کر وہ بولے مگر جملہ ادھورا چھوڑ دیا تو وہ تڑپ کر بولا۔

"وہ مجھے پسند ہے اور آپ جانتے ہیں کہ میں افیئرز نہیں چلاتا"۔وہ برا مانتے ہوئے بولا تھا سو ڈیڈ ہنس دیئے۔

"تو پھر میں کل ہی اسکے گھر رشتہ لیکر جاوں گا"۔وہ سکون سے بولے۔

"آپ جانتے ہیں اسے؟"اسے خوشگوار حیرت ہوئی تھی۔

"کہا تو ہے کہ تمہارا باپ ہوں"۔وہ اب بھی مسکرا رہے تھے۔اس نے نہ جانے کتنے دنوں کے بعد انہیں اتنا خوش دیکھا تھا۔

"اور اماں؟"

"وہ ابھی نہیں جائے گی۔پہلے میں خود بات کروں گا"۔وہ سنجیدگی سے بولے۔

"وہ مان جائے گی؟"اسے فکر ہوئی۔

"مشکل ہے مگر ناممکن نہیں۔اگر وہ نہ مانی تو ہم اسے اٹھا کر لے آئیں گے"۔وہ مسکرا کر بولے تو وہ برا مان گیا۔

"ڈیڈ"۔

"ڈیڈ کے بچے پہلی دفعہ کسی پر دل ہارے ہو اب اسے تمہاری زندگی میں لانا میرا کام ہے"۔

بات ختم کرکے وہ رکے نہیں۔ عفان حیرت سے انہیں جاتا دیکھتا رہا۔

وہ کچن میں کھانا پکا رہی تھی جب ڈور بیل بجی۔ وہ چولہا ہلکی آنچ پر کرتے ہوئے باہر آئی۔ دروازے پر کھڑے شمشیر حسین کو دیکھ کر اس کے اندر نفرت کی لہر دوڑ گئی۔ جیسے ہی دروازہ بند کرنے لگی انہوں نے ہاتھ بڑھا کر دروازہ کھول دیا اور اندر آ گئے۔

"کیوں آئے ہیں یہاں؟" وہ تنفر سے بولی۔

"پچھلے چار سالوں سے تمہیں ڈھونڈ رہا ہوں مگر دیکھو قسمت کہ تم ملی کہاں اور کیسے؟" وہ یاسیت سے کہتے چلتے ہوئے صوفے پر بیٹھ گئے۔

"تمہیں کسی نے بتایا نہیں کہ گھر آئے مہمان سے کچھ کھانے پینے کا پوچھتے ہیں"۔ وہ ادھر ادھر کا جائزہ لیتے ہوئے بولے۔

"کیوں آئے ہیں یہاں؟" وہ دھاڑی تو وہ ہنس دیئے۔

"تمہارا رشتہ لیکر آیا ہوں"۔ انتہائی سکون سے انہوں نے اسکے سر پر بم پھوڑا تھا۔

"آپکا میرا رشتہ کیا ہے جو آپ میرے رشتے ڈھونڈتے پھریں"۔ لہجہ میں زمانے بھر کی نفرت تھی۔ ایک منٹ کو تو شمشیر حسین بھی خاموش ہو گئے۔

New Era Magazine

"تمہارا میرا رشتہ تم بھولی ہو نہ میں۔ خیر یہ بتاو بھائی کہاں ہے تمہارا؟" وہ ادھر ادھر متلاشی نظروں سے دیکھنے لگے۔

"یہاں سے چلے جائیں"۔ وہ بے بسی سے بولی۔

"میری گڑیا اتنی نفرت اچھی نہیں ہے۔ آخر کو میری ہونے والی بہو بھی ہو۔ میں کبھی یہ برداشت نہیں کرونگا کہ میری بہو مجھ سے بدتمیزی سے پیش آئے"۔ وہ اسکے بالکل سامنے کھڑے ہوتے ہوئے بولے۔

"اپنی بکواس بند کریں اور جائیں یہاں سے"۔ انکی بات پر وہ تلملا اٹھی۔

"جسے بکواس کہہ رہی ہو وہ تمہاری قسمت ہے۔ پیار سے مان جاو تو بہتر ہے ورنہ تم سے بہتر کون جانتا ہے کہ میں کیا کر سکتا ہوں"۔ وہ وارن کرنے کے انداز میں بولے۔

"اگلے ہفتے نکاح ہے تمہارا۔ میرے بیٹے سے۔ تیاری کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں جو ہوں۔ خود اپنے ہاتھوں سے تمہاری شادی کی تیاری کرونگا"۔ اب کی بار وہ نرم لہجے میں بولے تھے مگر عیشہ کا خون کھولا گئے تھے۔

"آپ ہوتے کون ہیں خود سے سارے فیصلے کرنے والے۔ مجھے کسی سے کوئی شادی نہیں کرنی ہے"۔ وہ چلائی تھی مگر جو جواب اسے ملا تھا اسکے بعد اس میں بولنے کی ہمت ہی نہیں رہی۔ وہ خاموشی سے سر پکڑے بیٹھ گئی۔ شمشیر حسین کب گئے اسے خبر ہی نہیں ہوئی وہ تو سر پکڑے آنسو بہائے جا رہی تھی۔

"کیا ہوا ڈیڈ؟ بھابھی نے ہاں کر دی؟" بسمل جو کب سے اپنے باپ کا انتظار کر رہی تھی انکے داخل ہوتے ہی انکی طرف لپکی۔

"نہیں بہت ضدی ہے"۔وہ مسکرا کر بولے۔

"تو کیا نہ کر دی؟" وہ افسردگی سے بولی۔

"ہم کیا کم ضدی ہیں؟ اسے منا کر ہی دم لیں گے"۔ شمشیر حسین اب بھی مسکرا رہے تھے۔

"ڈیڈ وہ سچ میں مان جائیں گی نا؟"

"کیوں نہیں مانے گی۔ ضرور مانے گی۔اسے منانا آتا ہے مجھے۔اب جاو اور چائے پلاو مجھے"۔ وہ بیٹی کے گال تھپتھپاتے ہوئے بولے۔

"ڈیڈ اگر وہ نہیں مان رہی تو آپ کیوں زبردستی کر رہے ہیں؟" بہروز نے انہیں سمجھانا چاہا کہ وہ اپنے باپ سے واقف تھا۔

"بہروز میرے یار اسکا اس گھر میں آنا بہت ضروری ہے۔عفان کی خوشی کے لئے میں کچھ بھی کر سکتا ہوں"۔وہ کہہ کر اندر کی طرف چل دیئے۔

شمشیر حسین دو دن کے بعد دوبارہ آئے تھے۔اس نے کوئی مزاحمت نہیں کی تھی۔خاموشی سے دروازے سے ہٹ گئی۔اسکی آنکھیں سوج رہی تھیں۔اسکا چہرہ ستا ہوا تھا۔اس پر ایک نگاہ ڈال کر وہ اندر آ گئے۔

"طبیعت ٹھیک نہیں ہے کیا؟" لہجے میں اسکے لئے فکر تھی مگر وہ محسوس ہی نہ کر سکی۔

"پلیز ایسا مت کریں۔ ہمیں ہمارے حال پر چھوڑ دیں"۔ وہ ہاتھ جوڑے انکے سامنے کھڑی تھی۔

"میں کچھ بھی نہیں کرونگا بشرطیکہ تم وہی کرو گی جو میں کہوں گا"۔ وہ نرمی سے کہتے ہوئے صوفے پر بیٹھ گئے۔

"میں سب کچھ کروں گی مگر میں یہ نکاح نہیں کر سکتی"۔ وہ روتے ہوئے بول رہی تھی۔

"سوچ لو۔ نتائج جانتی ہو تم"۔ لہجے میں دھمکی در آئی تھی۔

"پلیز ایسا مت کریں"۔

"میں چلتا ہوں۔ باقی تمہاری مرضی"۔ ایک بار پھر وہ اسے روتا چھوڑ کر چلے گئے۔

ہفتے کو اسکا نکاح تھا۔ کپڑے زیور سب کچھ شمشیر حسین ہی لائے تھے۔ پارلر والی بھی انہوں نے ہی بک کی تھی جو بڑی مہارت سے اسے سجا رہی تھی۔ وہ خاموشی سے تیار ہو گئی۔ نکاح کے وقت شمشیر حسین قاضی صاحب کے ساتھ ہی آئے تھی۔ اس نے کوئی چوں چراں کئے بنا ہی نکاح کر لیا۔ شمشیر صاحب نے جانے سے پہلے اسکے سر پر ہاتھ پھیرا تھا جسے اس نے نفرت سے جھٹک دیا تو وہ اداسی سے مسکرا دیئے۔

عفان اسکے کمرے میں آیا تو وہ سر گھٹنوں میں دیئے رو رہی تھی۔ "عیشہ کیا ہوا ہے؟ رو کیوں رہی ہو؟" وہ پریشانی سے اسکی طرف بڑھا۔

"پلیز میرے بھائی کو چھوڑ دیں"۔ اس نے فرط جزبات سے اسکا ہاتھ پکڑ لیا تھا۔

New Era Magazine

"میں نے نکاح کرلیا ہے۔ آپ لوگ جو چاہتے تھے وہ کرلیا ہے۔ اب پلیز میرے بھائی کو چھوڑ دیں۔ میں آپکے سامنے ہاتھ جوڑ رہی ہوں۔ آپ جو چاہیں گے میں آگے بھی وہی کروں گی۔ پلیز میرے بھائی کو چھوڑ دیں"۔ کچھ سمجھتے ہوئے وہ خاموشی سے باہر نکل گیا۔

"تم عیشہ کو لینے گئے تھے کہاں ہے وہ؟" شمشیر حسین نے اسے اکیلے آتے دیکھ کر پوچھا۔

"اسکا بھائی کہاں ہے؟" عفان نے انکے سوال کو نظر انداز کرتے ہوئے پوچھا۔

"اسے لیکر آو۔ ہمیں دیر ہو رہی ہے"۔ وہ شان بے نیازی سے مخاطب ہوئے۔

"اسکا بھائی کہاں ہے ڈیڈ؟" وہ انکا ہاتھ تھامے بولا۔

"جہاں بھی ہے ٹھیک ہے۔ اسے لیکر آو"۔ وہ بیزاری سے بولے۔

"آپ ایسا کیسے کرسکتے ہیں؟" آواز کہیں اندر سے آئی تھی۔

"تو کیا کرتا؟ اسے منانے کا ایک یہی طریقہ تھا"۔ وہ چیخ کر بولے۔

"اگر یہی ایک طریقہ تھا تو نہ مناتے اسے۔ آپ نے تو مجھے اسکی نظروں میں ہی گرا دیا ہے"۔ وہ بے بسی سے بولا تو شمشیر حسین نے اسے بازوں سے پکڑ لیا۔

"وہ صبح آجائے گا۔ اسوقت گھر پر سب انتظار کر رہے ہیں۔ اسے لیکر آو"۔ وہ اسے سمجھانے لگے۔

"وہ کہیں نہیں جائے گی۔ آپ اسکے بھائی کو بلا دیں"۔ وہ اپنے کندھوں کو ان کے ہاتھوں سے آزاد کرواتا ہوا بولا۔

"فضول باتیں مت کرواسے لیکر آو سب گھر پر اسکا انتظار کر رہے ہیں"۔اب کی بار لہجے میں حکم تھا۔وہ سر جھکائے کھڑا رہا۔

"ٹھیک ہے مت لاو۔اسکا بھائی بھی نہیں آئے گا پھر"۔وہ غصے سے بولے۔

"آپ ایسا کیسے کر سکتے ہیں؟"عفان تو انکے اس روپ پر ہی دنگ رہ گیا۔

"میں چلوں گی آپکے ساتھ۔آپ جو کہیں گے وہ سب کروں گی۔بس میرے بھائی کو چھوڑ دیں"۔پیچھے سے آتی عیشہ نے انکے سامنے ہاتھ جوڑ دیئے۔وہ لب بھینچ کر رہ گیا۔

"وہ صبح وہیں ہو گا۔اب اپنا چہرہ صاف کرو اور بیٹھو گاڑی میں"۔وہ انکی ہدایات پر عمل کرتے ہوئے گاڑی میں بیٹھ گئی۔گاڑی بہروز چلا رہا تھا۔عفان اسکے ساتھ ہی بیٹھا تھا۔وہ خاموشی سے آنسو اپنے اندر گرا رہی تھی۔گھر میں سب انہی کا انتظار کر رہے تھے۔سب مہمان جمع تھے۔اس سے کون ملا کس نے کیا کہا اسے کچھ پتا نہیں چلا۔عفان اس کے ساتھ ہی رہا تھا۔وہ اسکی کیفیت سمجھ سکتا تھا۔ڈیڈ سے لاکھ بحث کی مگر انہوں نے نہ تو اسکے بھائی کا بتانا تھا نہ بتایا۔آدھی رات تک رسمیں ہوتی رہیں اسکے بعد اسے کمرے میں بھیج دیا گیا۔

"بھابھی آپ بہت پیاری لگ رہی ہیں"۔زمر نے اسکی تعریف کی جس پر وہ مسکرا بھی نہ سکی۔

"لگ رہی ہیں سے کیا مراد ہے بھابھی تو ہیں ہی پیاری"۔بسمل نے اسے چھیڑا۔

"کیوں تنگ کر رہے ہو سب بھابھی کو۔بھابھی آپ آرام سے بیٹھیں۔کسی بھی چیز کی صرورت ہو تو بتایئے گا"۔شہروز نے انہیں ڈانٹتے ہوئے عیشہ سے کہا جو نہ جانے کیا کچھ سوچ رہی تھی۔

"آپ ٹھیک تو ہیں نا؟"شہروز اسکے کپکپاتے ہاتھ دیکھ کر پوچھ رہا تھا۔اس نے ہاں میں سر ہلا دیا۔

"عفان بھائی بہت اچھے ہیں۔وہ آپکا بہت خیال رکھیں گے"۔شہروز اسے سمجھا رہا تھا۔وہ بس اسکا چہرہ دیکھے گئی۔اسکی شکل کسی سے مل رہی تھی۔کس سے اپنی پریشانی میں وہ سمجھ ہی نہیں پائی۔

"آپ اب آرام کریں ہم چلتے ہیں"۔اسے سمجھاتے ہوئے وہ اپنے ساتھ سب کو لے گیا۔

"میرے بھائی کو آپ سے کوئی تکلیف نہیں ملنی چاہیئے۔اسے اس سب کے بارے میں علم نہیں تھا۔اگر آپ نے کچھ الٹا سیدھا کیا تو اسکا اثر آپ کے بھائی پر ہو گا۔اسلئے ایک آنسو بھی باہر نہ نکلے"۔اسے تنبیہ کرتا بہروز سب سے آخر میں کمرے سے نکل گیا۔

عفان کمرے میں آیا تو وہ کمرے میں نہیں تھی۔وہ واپس پلٹنے ہی والا تھا کہ واش روم سے پانی کی آواز آئی۔وہ صوفے پر بیٹھ گیا۔وہ باہر نکلی تو اسے دیکھ کر چونک گئی پھر مرے ہوئے قدموں سے چلتی بیڈ پر بیٹھ گئی۔

"آئی ایم سوری۔مجھے بالکل بھی نہیں پتا تھا۔

میں نے بہت پوچھا مگر ڈیڈ۔وہ صبح آجائے گا۔انہوں نے کہا ہے کہ وہ ٹھیک ہے۔وہ اسے کچھ نہیں کہیں گے۔

آئی ایم ریئلی سوری"۔وہ سر جھکائے پشیمان کھڑا تھا۔

"پلیز تم آرام کرو اب۔وہ صبح آجائے گا"۔اسے کہتا وہ دروازے کی طرف گیا تو بہروز کی باتیں یاد آتے ہی وہ بول پڑی۔

"پلیز باہر مت جائیں"۔عفان حیرت سے مڑا تو وہ سٹپٹا گئی۔

"وہ۔انہوں نے مجھے دھمکی دی ہے۔آپ پلیز باہر مت جائیں۔وہ میرے بھائی کو مار دیں گے۔پلیز مت جائیں"۔روتے روتے وہ بیڈ پر ہی لڑھک گئی۔

"عیشہ۔عیشہ آنکھیں کھولو"۔عفان اسکے گال تھپتھپانے لگا۔

وہ صبح اٹھی تو عفان صوفے پر بیٹھا تھا۔اسے اٹھتے دیکھ کر سیدھا ہو گیا۔

"تم ٹھیک ہو؟"

"صبح۔صبح ہو گئی ہے۔انہیں کہیں میرے بھائی کو چھوڑ دیں"۔وہ پریشان بیٹھی اسے کہہ رہی تھی۔

"ریلیکس۔میں کہتا ہوں۔یہ لو پانی پیو"۔عفان کو اس پر ترس آرہا تھا۔

"میں نیچے ہی جارہا ہوں تم فریش ہو جاو۔کپڑے الماری میں رکھے ہیں۔چینج کر کے نیچے آجاو۔اوکے؟"وہ سر ہلاتی واشروم میں چلی گئی۔

وہ ابھی سیڑھیوں کی طرف آئی ہی تھی کہ نیچے سے وقاص کی آواز سن کر تیزی سے بھاگتے ہوئے اس نے سیڑھیاں عبور کیں۔

"میری بہن کہاں ہے؟ کون ہیں آپ؟ مجھے کیوں پکڑ رکھا ہے؟" وہ حیرت سے ان سے پوچھ رہا تھا جو خاموش کھڑے تھے۔

"وقاص"۔ وہ بھاگتی ہوئی اس تک آئی۔

"تم تم ٹھیک ہو نا؟ تمہیں کچھ کہا تو نہیں ناانہوں نے؟ وہ اسکے بازو, کندھے, سر ہر جگہ ہاتھ پھیرتی ایسے چیک کر رہی تھی کہ کہیں چوٹ تو نہیں لگی۔

"میں ٹھیک ہوں مگر یہ کون ہیں؟ تم یہاں کیا کر رہی ہو؟" وہ بے اختیار اس سے لپٹ کر رو دی۔

"عیشہ کیا ہوا ہے؟" وہ اسکے سر پر ہاتھ پھیرتا اسے چپ کرواتا رہا۔ عفان کے اشارے پر بسمل نے اسے وقاص سے علیحدہ کیا تو وہ ہوش میں آئی۔

"پلیز ہمیں جانے دو"۔ وہ بسمل کے ہاتھ تھامے بولی۔

"چلو میں گھر چھوڑ آتا ہوں"۔ عفان وقاص کی وہیل چیئر کو دھکیلتا باہر لے گیا۔

"کہاں جا رہے ہو اسے لیکر؟" ڈیڈ نے انہیں باہر آتے دیکھ کر پوچھا۔

"ان دونوں کو انکے گھر چھوڑنے"۔ عفان نے سرد مہری سے کہا۔

"عیشہ کا گھر اب یہ ہے"۔ وہ غصے سے بولے۔

"ہم اس بارے میں بعد میں بات کریں گے۔ چلو عیشہ "۔ عفان ان کے غصے کو نظر انداز کئے انہیں انکے گھر لے آیا

"آئی ایم سوری مجھے اس سب کے بارے میں پتا نہیں تھا۔میری خوشی کی خاطر ڈیڈ نے تم دونوں کو اتنی تکلیفیں دے دیں۔ اب تم لوگ سیف ہو۔ وہ اب کچھ نہیں کریں گے"۔ وقاص سے کہتا وہ باہر نکل آیا۔ شرمندگی اتنی تھی کہ وہ ان سے آنکھ بھی ملا نہیں پا رہا تھا۔

عیشہ کچن میں وقاص کے لئے ناشتہ بنا رہی تھی۔ وہ وہیں آ گیا۔

"ایک ریکویسٹ کرنی تھی"۔ عفان کی آواز پر وہ چونک گئی تھی۔

"ڈیڈ نے جو کیا غلط کیا۔ پلیز ان کے خلاف کوئی قانونی کاروائی مت کرنا۔ تمہیں جو چاہیئے جو سزا دینی ہے مجھے دے سکتی ہو۔ آفٹر آل یہ سب میری وجہ سے ہوا ہے"۔ سلیب کی سطح پر انگلیاں پھیرتا وہ بول رہا تھا۔ عیشہ اسکے جھکے سر کو دیکھتی رہی۔ کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد وہ باہر نکل گیا۔

"عیشہ مجھے عفان بھائی نے سب کچھ بتا دیا ہے"۔ وقاص ناشتہ کرتے ہوئے بولا۔

"مجھے وہ بہت اچھے لگے ہیں۔ تمہیں کیسے لگتے ہیں؟"

"وہ شمشیر حسین کے بیٹے ہیں"۔ وہ تنفر سے بولی۔

"وہ ضمیر حسین کے بھتیجے بھی ہیں"۔ وقاص نے اسے جتانا چاہا۔

New Era Magazine

"مجھے اس بحث میں نہیں پڑنا"۔ وہ بیزاری سے بولی۔

"ایک دفعہ سوچنا ضرور"۔ وقاص کہہ کر اپنے روم کی طرف آ گیا۔

انکے نکاح کو ایک ماہ گزر گیا تھا۔ اس دوران وہ وہاں کئی دفعہ آیا۔ مگر وقاص سے ملکر چلا جاتا تھا۔ عیشہ سے سلام دعا کے علاوہ وہ کوئی بات نہیں کرتا تھا۔ وہ بھی اسکے سامنے نہیں آیا کرتی تھی۔ مگر آج وہ سیدھا اسی کے پاس آیا تھا۔

"مجھے امریکہ جانا ہے کچھ دنوں کے لئے۔ ویسے تو تمہیں میری ضرورت نہیں ہے مگر کسی بھی چیز کی ضرورت ہو تو شہروز کو کال کر لینا۔ میں نے اسکا نمبر وقاص کو دے دیا ہے۔ میری غیر موجودگی میں وہ یہاں آتا رہے گا۔

زمر, بسمل اور فرمان بھی تم سے ملنا چاہتے ہیں۔ اتنے دنوں سے تو میں نے انہیں روک رکھا ہے مگر میرے پیچھے وہ یہاں ضرور آئیں گے۔ میرے بہن بھائی ہونے کے ناطے نہ سہی مگر انسانیت کے ناطے ان سے مل لینا"۔ وہ جانے کے لئے مڑا مگر کچھ سوچ کر پلٹا۔ وہ ابھی بھی کھڑی اسی کو دیکھ رہی تھی۔ وہ اسکے پاس آیا اور اسکے ماتھے کو چوم لیا۔

"میں تمہیں بہت مس کرونگا"۔ کہہ کر وہ رکا نہیں بلکہ باہر نکل گیا۔ عیشہ جہاں کھڑی تھی وہیں کی وہیں کھڑی رہ گئی۔

اسکے جانے کے دو دن بعد شمشیر حسین اسکے گھر موجود تھے۔

"مجھے تم سے بات کرنی تھی"۔

"آپ ہمیں ہمارے حال پر چھوڑ دیں"۔ وہ روتے ہوئے بے بسی سے بولی۔ انہیں دیکھ کر آنکھیں خود ہی بھیگ جاتی تھیں۔ وہ اسکے آنسو نظر انداز کر کے بولے۔

"میں نے وقاص کی بات کی ہے اپنے ڈاکٹر سے۔ انہوں نے اسکے کچھ ٹیسٹ کئے تھے جب وہ میرے پاس تھا تب۔ وہ اسکا آپریشن کرنا چاہتے ہیں۔ آج اسکا آپریشن ہے۔ میں اسی کو لے جانے آیا ہوں"۔ وہ فیصلہ سنا رہے تھے۔

"آپ کیوں ہماری زندگیوں میں دخل دے رہے ہیں۔ ہم جیسے ہیں ٹھیک ہیں۔ خدا کے واسطے ہمیں بخش دیں"۔ وہ گھٹنوں کے بل ہاتھ جوڑے انکے سامنے بیٹھی تھی۔

"رب نواز۔ رب نواز"۔ انہوں نے غصے سے پکارا۔

"جی صاحب"۔

"وقاص کو لے چلو"۔

"دیکھیں پلیز ایسا مت کریں۔ آپ کیوں کر رہے ہیں یہ سب؟ پلیز چھوڑ دیں میرے بھائی کو"۔ وہ گڑگڑاتی رہی مگر وہ بنا سنے اسے لے گئے۔

کافی دیر وہ روتی رہی پھر کسی خیال کے تحت وقاص کے روم میں آئی۔ اسکے سیل سے شہروز کا نمبر ڈائل کیا۔

"ہیلو۔ ہیلو شہروز"۔ اسکی آواز بھرائی ہوئی تھی۔

New Era Magazine

"جی آپ کون؟"

"میں عیشہ بات کر رہی ہوں"۔

"بھابھی۔ خیریت۔ سب ٹھیک ہے نا؟"

"وہ وقاص کو لے گئے ہیں۔ پلیز انہیں کہو اسے چھوڑ دیں"۔ وہ روتے ہوئے بولی۔

"کون لے گیا ہے؟" وہ نا سمجھی سے بولا۔

"تمہارے ڈیڈ"۔

"پلیز انہیں روکو۔ وہ اسکا آپریشن کروانا چاہتے ہیں۔ پلیز انہیں منع کرو۔ اسکی حالت ایسی نہیں ہے۔ وہ اینستھیزیا تک برداشت نہیں کر پائے گا۔ پہلے بھی ڈاکٹر نے اسے زیادہ ڈوز دے دی تھی۔ پلیز شہروز اسے بچالو"۔ وہ روتے روتے کہہ رہی تھی۔

"آپ فکر نہ کریں میں بات کرتا ہوں ڈیڈ سے"۔ اسے تسلی دے کر وہ خود پریشان ہو گیا تھا۔ مسلسل ڈیڈ کو کال کر رہا تھا مگر وہ اٹینڈ ہی نہیں کر رہے تھے۔ کافی دیر کے بعد بالآخر کال ریسیو ہوئی۔

"ڈیڈ وقاص کہاں ہے؟" اس نے چھٹتے ہی وقاص کا پوچھا۔

"جہاں بھی ہے ٹھیک ہے"۔ شمشیر حسین عجلت میں بولے۔

"ڈیڈ پلیز بتائیں نا"۔

"وہ آپریشن تھیٹر میں ہے یار۔ اب اتنا بھی برا نہیں ہوں میں"۔ وہ زچ ہو کر بولے کہ وہ تو تلافی کرنا چاہتے تھے اپنے کئے کی۔

"ڈیڈ پلیز روکیں اس آپریشن کو۔ اسے کسی بھی صورت میں اینستھیزیا نہیں دینا"۔ شہروز جلدی انکی بات کاٹتے ہوئے بولا۔

"پاگل ہو گئے ہو کیا؟"

"ڈیڈ وہ مر جائے گا آپ روکیں اسے"۔ ابھی وہ بات ہی کر رہے تھے کہ ڈاکٹر آپریشن تھیٹر سے باہر نکلا۔

"شمشیر صاحب آپکے پیشنٹ کی حالت بہت بگڑ گئی ہے"۔

"اینستھیزیا دیا ہے اسے؟" شمشیر حسین کو اپنی آواز کسی کھائی میں سے آتی ہوئی معلوم ہوئی۔

"جی وہی دیا تھا کہ اسکی حالت بگڑ گئی۔ ہم کوشش کر رہے ہیں باقی آپ دعا کریں"۔

"ڈیڈ آپ کہاں ہیں؟" کافی دیر کی خاموشی کو شہروز کی آواز نے توڑا جو کال پر سب سن چکا تھا۔ شمشیر حسین نے اپنا پتہ بتایا۔

"ٹھیک ہے میں آرہا ہوں"۔ انہیں تسلی دیتے اس نے کال کاٹ دی۔ شمشیر حسین پورے قد سے ڈھے گئے۔ انکی قسمت میں نیکی نہیں تھی الٹا بدی آگئی تھی۔

آنے سے پہلے اس نے عیشہ کو کال کر دی تھی۔ وہ اس سے پہلے وہاں پہنچ چکی تھی۔ مگر پھر بھی اسے وہاں پہنچنے میں دیر ہو گئی تھی۔ اسکا بھائی اس سے ملے بنا ہی دنیا سے چلا گیا تھا۔ اسے وہ کوریڈور میں ہی ملا تھا۔ لرزتے ہاتھوں سے اس نے اسکا چہرہ تھاما تھا۔ اس پر جھک کر اس نے اسکا ماتھا چوم لیا۔ آنسو وقاص کا چہرہ بھگو رہے تھے۔

"بھابھی"۔ شہروز نے اسکے گرتے وجود کو تھامنا چاہا تو اس نے اسے پیچھے دھکیل دیا۔ شمشیر حسین ایک طرف کھڑے اسکے بکھرے وجود کو دیکھ رہے تھے۔ دس سال پہلے بھی وہ ایسے ہی بکھری تھی جیسے آج۔

"خوش ہو جائیں۔ مر گیا ہے میرا بھائی۔ مار دیا ہے آپ نے اسے"۔ وہ بپھری ہوئی شیرنی کی طرح دھاڑی تھی۔

"بھابھی میری بات سنیں"۔ شہروز نے اسے سنبھالنا چاہا مگر اس نے اسکے ہاتھ جھٹک دیئے۔

"آپ کو نہ تو دس سال پہلے رشتوں کا پاس تھا نہ آج ہے۔ سب برباد کر دیا ہے آپ نے۔ میرا سب کچھ چھین لیا ہے آپ نے"۔ وہ چلا رہی تھی۔ ہسپتال میں اسکے چلانے کی اوازیں گونج رہی تھیں۔ روتے بلکتے وہ بے ہوش ہو گئی تھی۔ شہروز نے آگے بڑھ کر اسے اٹھایا۔

شمشیر حسین وقاص کی باڈی گھر لے جانا چاہتے تھے مگر وہ کسی طور نہیں مانی۔ اسکی ضد اور عفان کی ہدایت کے پیش نظر شہروز اسے انکے گھر لے آیا تھا۔ عفان سیدھا وہیں آیا تھا۔ سارا وقت وہ بت بنی ایک کونے میں بیٹھی رہی تھی۔ سب اس سے مل رہے تھے مگر اسے کسی چیز کا ہوش نہیں تھا۔ جنازہ اٹھانے کے لئے جب مرد اندر آئے تو وہ تیزی سے شہروز کی طرف آئی تھی۔

"کہاں لیکر جا رہے ہو؟ چھوڑو میرے بھائی کو"۔

"عیشہ سنبھالو خود کو"۔ عفان نے اسے کندھوں سے تھامتے ہوئے کہا۔

"عفان پلیز۔اسے مت لیکر جائیں۔سو رہا ہے وہ اٹھ جائے گا"۔بے ربط بولتے بولتے وہ پھر سے بے ہوش ہو گئی۔عفان اسے اٹھائے اندر لے آیا۔

"بسمل سنبھالو اسے۔اسکے پاس ہی رہنا"۔بسمل کو ہدایت دیتا وہ باہر نکل گیا۔

تدفین کے بعد جب وہ واپس آئے تو وہ تب بھی بے ہوش ہی تھی۔رات کو سب واپس چلے گئے تھے سوائے عفان اور اسکے بہن بھائیوں کے۔ڈیڈی اور اماں کو شہروز نے بھیج دیا تھا۔

کیا سوچ رہی ہو ملیحہ؟شمشیر حسین نے بیوی کو پکارا جو واپسی پر بالکل خاموش تھیں۔

ہم سے بہت بڑا ظلم ہو گیا ہے شمشیر۔اسکی آنکھوں میں نہیں دیکھا جاتا۔وہ روتے ہوئے شوہر کے کندھے پر سر رکھ گئیں۔کچھ ایسی ہی حالت انکی بھی تھی مگر ضبط کئے پیار بیوی کو تسلی دیتے رہے۔

وہ جاگی تو عفان اسکا ہاتھ تھامے بیڈ کراؤں سے ٹیک لگائے بیٹھا تھا۔اسے دیکھ کر وہ اٹھ کر بیٹھ گئی۔

"کچھ چاہیئے"۔اس نے نفی میں سر ہلا دیا۔

وہ واشروم میں گئی تو وہ کچن میں آ گیا۔کچھ فروٹس اور دودھ کا گلاس لیکر لوٹا تو وہ نماز پڑھ رہی تھی۔جب نماز سے فارغ ہوئی تو وہ اسکا ہاتھ پکڑ کر اسے صوفے کے پاس لے آیا۔

"کچھ کھالو"۔وہ رسانیت سے بولا۔

"بھوک نہیں ہے"۔

"دودھ ہی پی لو"۔ عفان نے اسکے ہونٹوں سے گلاس لگا دیا۔ اس نے زبردستی دو گھونٹ لئے۔

"سو جاو"۔ وہ خاموشی سے جا کر بیڈ پر لیٹ گئی۔ عفان اسکی پشت کو دیکھتا رہا۔ جب یقین ہوا کہ دودھ میں ملائی دوا کا اثر ہو گیا ہے اور وہ سو گئی ہے تو لائٹس آف کر کے نائٹ بلب آن کر دیا۔ پھر اسکے پاس ہی بیڈ پر نیم دراز ہو کر اسے دیکھنے لگا۔

ایک ہی دن میں اسکا چہرہ مرجھا گیا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ ڈیڈ نے یہ سب جان بوجھ کر نہیں کیا مگر عیشہ کے دل میں ڈیڈ کے لئے اتنی نفرت اسکی سمجھ سے باہر تھی۔ شہروز نے اسے سب بتایا تھا جو جو ہاسپٹل میں ہوا تھا۔ وہ سمجھنے سے قاصر تھا کہ ڈیڈ نے اسکے ساتھ ایسا کیا کیا ہے جو اسکا ردعمل اتنا شدید تھا۔ انہی سوچوں میں وہ کب سویا اسے پتا ہی نہیں چلا۔

صبح عیشہ کے ہڑبڑا کر اٹھنے پر اسکی آنکھ کھلی تھی۔ اس سے پہلے کہ وہ کچھ کہتا وہ اٹھ کر باہر نکل گئی تھی۔ وہ اسکے پیچھے آیا تھا۔ وہ وقاص کے روم کے باہر کھڑی تھی۔

کپکپاتے ہاتھوں سے اس نے دروازہ کھولا تو اندر بیڈ پر شہروز اور فرمان کو سوتے دیکھ وہ دو قدم پیچھے ہٹی تھی کہ اپنے پیچھے آتے عفان سے ٹکرا گئی مگر مڑی نہیں۔

"صبر کرو عیشہ۔ دعا کرو اسکے لئے"۔ عفان نے اسکے گرد بازو پھیلا دیئے۔ وہ پھر بھی نہیں مڑی۔ بس خاموش کھڑی رہی۔ کافی دیر کے بعد وہ بولی۔

New Era Magazine

"وہ آپکو بہت یاد کرتا تھا"۔ اسکے سینے پر عیشہ کے سر کی پشت تھی مگر وہ جانتا تھا کہ وہ رو رہی ہے۔

"خود کو ایسے تکلیف دو گی, رو گی تو اسکی روح کو تکلیف ہو گی۔ سنبھالو خود کو"۔ اسکا رخ اپنی طرف کر کے اس نے عیشہ کو اپنے ساتھ لگا لیا۔

عیشہ کی خاطر بسمل اور عفان اسکے پاس رک گئے تھے۔ ہر دوسرے تیسرے دن زمر, شہروز اور فرمان بھی چکر لگا لیا کرتے تھے۔ بہروز سے وہ بات نہیں کرتی تھی نہ ہی وہ اسے مخاطب کیا کرتا تھا۔ شہروز کے سمجھانے کے باوجود وہ وہاں نہیں آتا تھا۔ عفان اور عیشہ کے درمیان تعلق صرف اتنا تھا کہ وہ اسکا خیال رکھتا تھا۔ اسے سمجھاتا رہتا تھا۔

آج بھی وہ تینوں بھائی لاونج میں بیٹھے باتیں کر رہے تھے جب بسمل صوفے پر گرنے کے انداز میں بیٹھی۔ وہ تینوں اپنی ہی باتوں میں مگن رہے۔

"آپ لوگوں نے واٹر فال دیکھی ہے؟" بسمل نے آنکھیں موندے پوچھا۔

"ہاں کئی مرتبہ"۔ جواب فرمان نے دیا تھا۔

"لاہور میں واٹر فال دیکھی ہے؟" وہ اسی اشتیاق سے پوچھ رہی تھی۔

"ہاں لاہور میں بیٹھ کر ٹی وی پر دیکھی ہے"۔ زمر نے ہنستے ہوئے کہا تو وہ چڑ گئی۔

"میں دکھاتی ہوں۔ میرے ساتھ آئیں"۔ کہتے ہی وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔ وہ تینوں اسکے ساتھ آئے۔ وہ عیشہ کے روم کے باہر رک گئی۔

"کہاں ہے؟" زمر نے ادھر ادھر دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"سامنے اپنی بھابھی کی کمر پر دیکھئے"۔ بسمل کے کہنے پر تینوں نے اسے دیکھا تھا۔ وہ لیپ ٹاپ پر کوئی کام کر رہی تھی۔ اسکے گیلے بال کھلے تھے۔ پیچھے سے سورج کی ہلکی ہلکی روشنی اسکے براون بالوں پر گر رہی تھی جن میں کہیں کہیں ڈارک براون شیڈ بھی آ رہا تھا۔

انکے پیچھے آتے عفان نے بھی ان سب کی طرح اسکے بالوں کو دیکھا۔ وہ پہلی مرتبہ اسکے بالوں کو اتنے غور سے دیکھ رہا تھا۔ بلکہ پہلی دفعہ اسکے کھلے بال دیکھ رہا تھا۔ وہ دوپٹہ سر پر کئے رکھتی تھی۔ وہ پانچوں مسمرائز سے اسکے بالوں کو ہی دیکھ رہے تھے جب وہ پلٹی۔ ان کو وہاں دیکھ کر وہ چونک گئ۔

"کوئی کام تھا؟" اس نے دوپٹہ سر پر لیا اور انہیں دیکھ کر بسمل سے پوچھا۔

"نہیں بھابھی ہم تو واٹر فال دیکھنے آئے تھے"۔ زمر کے بولنے پر شہروز نے اسے کہنی ماری جسے عیشہ نے بھی دیکھ لیا تھا۔

"واٹر فال یہاں؟" وہ حیرت سے بولی۔

"جی وہ آپکے بال"۔ زمر کے جواب پر شہروز اور فرمان ایک دوسرے کو دیکھ کر رہ گئے جبکہ وہ ڈھیٹ انکی گھوریوں کو اگنور کرتا ہوا اندر آ گیا۔ پیچھے کھڑا عفان مسکرا دیا۔

"بھابھی آپکے بال بہت خوبصورت ہیں۔ آپ کونسا شیمپو یوز کرتی ہیں؟" زمر اسکے پاس کشن پر بیٹھتے ہوئے بولا۔

"چینج کرتی رہتی ہوں"۔ وہ کچھ جھجھکتے ہوئے بولی۔

"کھڑی کیوں ہیں یہاں بیٹھیں نا"۔زمر اسے بیڈ پر بٹھا کر خود اسکے پاس نیچے فرش پر پنجوں کے بل بیٹھ گیا۔

"آپکی کوئی بہن کیوں نہیں ہے؟"وہ افسردگی سے بولا۔

"تم نے کیا کرنا تھا؟"بسمل نے حیرت سے پوچھا۔

"اسکے بھی بھابھی جتنے لمبے گھنے اور واٹر فال جیسے بال ہونے تھے"۔وہ سوچتے ہوئے بولا

"تو؟"بسمل نے اسے گھورتے ہوئے پوچھا۔

"تو کیا میں نے اس سے شادی کرنی تھی"۔اسکے معصومیت سے کہنے پر عیشہ مسکرادی۔

"آپ کی کوئی کزن بھی نہیں ہے؟"اسکے اگلے سوال پر اسکے چہرے کی ہنسی غائب ہو گئی۔

"بتائیں نا۔کوئی کزن بھی نہیں ہے۔دور کی ہی سہی پر جسکے بال آپ جیسے ہوں"۔اسے خاموش دیکھ کر وہ دوبارہ بولا۔

"مجھے تھوڑا کام کرنا ہے"۔وہ کھڑے ہوتے ہوئے سنجیدگی سے بولی۔

"آپ اتنی سیریس کیوں رہتی ہیں؟آپ کو نارمل رہنا نہیں آتا؟"زمر کے خفگی سے کہنے پر وہ خاموشی سے لیب ٹاپ کے قریب آ گئی۔ابھی وہ چیئر پر بیٹھی ہی تھی کہ زمر نے سامنے کھلا ٹیب بند کر دیا۔

"کیا بدتمیزی ہے یہ؟"وہ ایک دم چیخی تھی مگر وہاں کھڑے لوگ ڈیسک ٹاپ پر لگی تصویر کو دیکھ رہے تھے۔وہ لیب ٹاپ بند کرنا چاہتی تھی مگر عفان نے اسکا ہاتھ پکڑ لیا۔

"یہ کون ہیں عیشہ ؟تمہارا کیا تعلق ہے ان سے ؟"عفان تصویر کی طرف اشارہ کر کے بولا جس میں ضمیر حسین انکی اہلیہ اور انکے ساتھ عیشہ اور وقاص کھڑے تھے۔یہ انکے بچپن کی تصویر تھی۔

"یہ وقاص اور آپ ہیں نا؟"شہروز نے ان بچوں کی طرف اشارہ کر کے پوچھا تو اس نے ہاں میں سر ہلا دیا۔

"تم جانتی ہو ان دونوں کو؟"عفان نے ضمیر حسین اور انکی بیوی کی طرف اشارہ کر کے پوچھا۔

"یہ میرے پیرینٹس ہیں"۔وہ سر جھکاتے ہوئے بولی۔

"آپکے پیرینٹس؟"بسمل نے حیرت سے پوچھا۔

"یعنی آپ ضمیر چاچو کی بیٹی ہو"۔زمر بھی حیرت سے پوچھ رہا تھا۔

"تو تم اتنے سالوں سے ہم سے ملی کیوں نہیں؟اور ڈیڈ انہوں نے بھی ہمیں نہیں بتایا۔وہ جانتے تھے نا تمہیں؟تم بھی انہیں اس دن پہچان گئی تھیں۔ہیں نا؟"عفان کے سوال پر اس نے دوبارہ سر ہاں میں ہلا دیا۔

"آپ ڈیڈ سے ناراض کیوں تھیں؟"بسمل کے سوال پر وہ اسے دیکھ کر رہ گئی۔

"کچھ باتیں سامنے نہ ہی آئیں تو اچھا ہے"۔وہ آہستہ آواز میں بولی۔

"اتنے سال انہوں نے ہم سے کوئی تعلق نہیں رکھا تھا۔ایک دم سے وہ سامنے آ گئے تھے۔ زبردستی میرا نکاح کروادیا پھر وقاص"۔اس کے آگے وہ بول ہی نہیں سکی۔ آنسو گالوں پر لڑھک گئے تھے۔

"آپ کو ان پر اس لئے غصہ تھا کہ انہوں نے آپ سے کوئی تعلق نہیں رکھا؟"فرمان نے حیرت سے پوچھا۔

"انہوں نے ہمیں بہت دکھ دیئے ہیں۔ میں انکے بارے میں بات نہیں کرنا چاہتی۔نہ ہی یہ چاہتی ہوں کہ کوئی اس بارے میں مجھ سے کوئی سوال کرے۔بس میں انہیں اس سب کے لئے معاف نہیں کر سکتی۔کچھ بھی بھولنا میرے بس میں نہیں ہے۔انکا سامنا کرنے پر مجھے وہی سب یاد آ جاتا ہے"۔وہ سر جھکائے چیئر پر بیٹھی تھی۔

"ہم بھی اس بارے میں بات نہیں کریں گے۔ہمیں ہماری بھابھی اور کزن مل گئی ہمارے لئے یہی کافی ہے"۔بسمل نے کہتے ہوئے اسے گلے لگا لیا۔آنسوؤں کی ایک لڑی ٹوٹ کر عیشہ کے چہرے پر بکھر گئی۔

"تم ہی ملو گی یا ہمیں بھی ملنے دو گی"۔فرمان نے بسمل کو عیشہ سے الگ کیا اور خود عیشہ کے ہاتھ تھام کر بیٹھ گیا۔

"اسی لئے وقاص کی شکل مجھے بہروز سے ملتی ہوئی لگتی تھی"۔فرمان کہ کہنے پر اس نے سر اٹھا کر اسے دیکھا۔

"وہ دونوں ممی جیسے ہیں"۔وہ مسکرا نہ سکی۔

New Era Magazine

"میں کس جیسا ہوں؟"زمر اسکے پاس بیٹھتے ہوئے بولا۔

"اپنی ممی کی طرح ہو تم"۔

"آپ تو ان سے ملی بھی نہیں ہیں ٹھیک سے پھر آپکو کیسے پتا؟"زمر حیرت سے بولا۔وہ واقعی اب ان سے نہیں ملی تھی مگر پہلے تو وہ انہیں دیکھ چکی تھی۔

"بہت برے حالات میں انکا سامنا ہوا تھا۔وہ اور تمہارے ڈیڈ یہ دو ایسے چہرے ہیں جو میں کبھی نہیں بھول سکتی"۔وہ کرسی کی پشت سے ٹیک لگائے بولی۔

"اماں بھی جانتی تھیں کہ آپ چاچو کی بیٹی ہیں؟"شہروز نے پوچھا تو اسکے چہرے پر ایک طنزیہ مسکراہٹ ابھر آئی۔

"تمہاری اماں اور میری ممی دونوں بہنیں تھیں"۔

"سگی بہنیں؟"فرمان نے حیرت سے پوچھا تو اس نے ہاں میں سر ہلا دیا۔

"پھر ان لوگوں نے ہمیں کیوں نہیں بتایا"۔زمر حیرت چھپا نہ سکا تو پوچھ بیٹھا۔

"سب ماضی کی باتیں ہے۔بھول جاو"۔وہ آنسو صاف کرتے ہوئے بولی۔

"آپ بھول سکتی ہیں؟"شہروز کے سوال پر وہ خاموش رہی تو آگے بڑھ کر اس نے عیشہ کا جھکا ہوا سر اٹھایا۔

"کیوں چھپا رہی سب؟بتائیں نا"۔

"بتانے سے میرا دکھ کم نہیں ہو گا۔اسلئے بتانے کا کوئی فائدہ نہیں ہے"۔وہ بے بسی سے مسکرا دی۔

New Era Magazine

"جب اماں اور ڈیڈ نے تمہیں اتنی تکلیف دی ہے تو تم ہمارے ساتھ کیوں اتنے اچھے طریقے سے ملتی ہو۔ہم سے تمہیں نفرت نہیں ہے؟"عفان کے پوچھنے پر وہ سیدھی ہو کر بیٹھ گئی۔ کچھ لمحوں کے توقف سے بولی۔

"آپ لوگوں نے مجھے کوئی تکلیف نہیں دی تو مجھے آپ لوگوں سے نفرت کیوں ہو گی؟ وقاص کہتا تھا وہ لوگ صرف شمشیر حسین کے بچے نہیں ضمیر حسین کے بھتیجا بھتیجی بھی ہیں۔ میں بھی یہی سوچ لیتی ہوں"۔وہ بے بسی سے بولی۔

"ہم نے آج ناشتہ نہیں کیا۔میں ناشتہ بناتی ہوں"۔ایک دم موضوع بدلتے لیپ ٹاپ بند کر کے وہ کچن میں چلی گئی جبکہ وہ وہیں بیٹھے اسکے بارے میں باتیں کرتے رہے۔

وہ ناشتہ لگا رہی تھی جب عفان کی آواز پر پلٹی۔"تمہیں مجھ سے بھی نفرت نہیں ہے۔میری وجہ سے تمہیں۔۔۔"وہ کچھ کہنا چاہتا تھا مگر اس نے بات کاٹ دی۔

"آپ بالکل میرے بابا جیسے ہیں۔بابا کہتے تھے شمشیر بھائی کی کوئی بھی اولاد ان پر نہیں گئی۔نہ شکل میں نہ حرکتوں میں۔عفان تو بالکل میرے جیسا ہے۔میر اوقاص بھی میرے جیسا نہیں ہے۔وہ میرے ساتھ کھڑا ہو تو بالکل میرا بیٹا ہی لگے"۔وہ پر نم لہجے میں بولی۔

"آئی ایم سوری۔تم لوگ اتنے سال ہم سے دور رہے اور ہمیں پتا ہی نہیں چلا کہ ہمارا ہی ایک حصہ ہم سے دور ہے۔ہمیں تو اتنا پتا تھا کہ چاچو اور چچی کی ایک ایکسیڈنٹ میں ڈیتھ ہو گئی ہے"۔وہ شرمندگی سے بولا۔

"جب آپ لوگوں کو علم ہی نہیں تھا تو سوری کیسی؟ ناشتہ ٹھنڈا ہو رہا ہے میں سب کو بلا کر لاتی ہوں"۔ سر جھکائے انسو چھپاتی وہ وہاں سے نکل گئی۔

وہ سب واپس چلے گئے تھے۔ وہ گھر میں اکیلی تھی۔ رات بہت کوششوں کے باوجود نیند نہیں آرہی تھی۔ سو وہ سلیپنگ پلز لے کر لیٹ گئی۔ آنکھیں بند ہونے سے پہلے دور کہیں سے ڈور بیل کی آواز سنائی دی تھی۔

صبح وہ سو کر اٹھی تو آٹھ بج رہے تھے۔ نو بجے اسکا لیکچر تھا سو جلدی جلدی فریش ہو کر اور چینج کر کے کچن میں گئی۔ وہاں عفان کو دیکھ کر ٹھٹھک گئی۔

"آپ؟ اس وقت"۔

"میں تو رات کو ہی آگیا تھا مگر تم تب تک سو چکی تھیں۔ خیر یہ لو سینڈوچ ہی بنانے آتے ہیں تو وہی بنائے ہیں۔ چائے ویسے اچھی بنا لیتا ہوں"۔ وہ ٹرے اسکی طرف بڑھاتے ہوئے بولا۔

"یہ سب کرنے کی کیا ضرورت تھی؟" وہ حیرت سے بولی۔

"اپنے بیوی کے لئے کر رہا ہوں۔ جلدی کرو ورنہ لیٹ ہو جاوگی"۔ وہ محبت سے بولا۔ وہ اسے دیکھ کر رہ گئی۔

آپ نے یونیورسٹی چھوڑ دی ہے؟ گاڑی میں پھیلی خاموشی کو عیشہ کی آواز نے توڑا تھا۔

New Era Magazine

"نہیں اس سمسٹر تک کا کانٹریکٹ ہے"۔وہ سامنے دیکھتے ہوئے بولا۔اسکے بعد پھر خاموشی چھا گئی۔

"تمہیں لینے میں ہی آوں گا۔پوائنٹ میں خوار ہونے کی ضرورت نہیں ہے"۔اسے ڈراپ کرتے ہوئے وہ کہہ کر چلا گیا۔وہی اسے لینے آیا تھا۔اسے گھر ڈراپ کر کے وہ آفس چلا گیا تھا۔رات نو بجے وہ لوٹا تھا۔

کھانے کے دوران وہ بولی۔"آپ اپنے گھر کیوں نہیں گئے؟"

"کیا یہ میرا گھر نہیں ہے؟"وہ حیرت سے بولا۔

"آپکے گھر والے آپکا ویٹ کر رہے ہونگے"۔وہ کچھ توقف سے بولی۔

"تمہیں انکی فکر ہے؟"سادہ سے لہجے میں پوچھا گیا۔

"پلیز یہ سب مت کریں"۔وہ سر جھکائے بولی۔

"کیا اپنی بیوی کو اکیلا چھوڑ دوں؟"اسکے سوال پر وہ خاموش ہو گئی۔رات وہ سونے کے لئے لیٹی ہی تھی کہ وہ روم میں آ گیا۔اسے آتا دیکھ وہ اٹھ کر بیٹھ گئی۔

"لیٹی رہو"۔اسے کہتا وہ خود بھی اسکے ساتھ آ کر لیٹ گیا جبکہ وہ بیٹھی رہی۔عفان نے اسکا ہاتھ پکڑ کر اسے خود سے قریب کر لیا۔اسکا سر اپنے سینے پر رکھ کر اسکے بال سہلانے لگا۔

"سو جاو عیشہ"۔

"نیند نہیں آ رہی"۔

"کوشش کرو آجائیگی"۔ وہ اسکے بال تب تک سہلاتا رہا جب تک یہ یقین نہیں ہو گیا کہ وہ سو چکی ہے۔ آہستہ سے اسے تکیے پر لٹا کر اس پر بلینکٹ ڈالا اور اس سے تھوڑے فاصلے پر سو گیا۔ وہ اسی کے ساتھ رہنے لگا تھا۔ تقریبا روز ہی وہ گھر بھی جایا کرتا تھا۔ اماں عیشہ کو گھر لانے کا کہتیں مگر وہ ٹال دیتا۔ انہوں نے کسی پر یہ ظاہر نہیں کیا تھا کہ وہ یہ بات جانتے ہیں کہ عیشہ کا ان سے کیا تعلق ہے۔ ان بہن بھائیوں کے درمیان یہی طے پایا تھا کہ جب تک پوری حقیقت نہ جان لیں وہ کسی سے کوئی بات نہیں کریں گے۔

عیشہ کچن سے لوٹی تو وہ الماری کھولے کھڑا تھا۔ وہ تیزی سے اسطرف آئی مگر اسے کپڑے ٹٹولتا دیکھ اسکا رکا ہوا سانس بحال ہوا۔

"کیا دیکھ رہے ہیں؟" وہ اپنی پریشانی چھپاتے ہوئے نارمل لہجے میں بولی

"کل ایک ڈنر پر جانا ہے۔ تم یہ والا سوٹ پہننا۔ پہنو گی نا؟" وہ بہت مان سے پوچھ رہا تھا۔ جی کہتے اس نے الماری بند کر دی۔

"کھانا کھالیں"۔ اپنے اوپر عفان کی محبت پاش نظریں محسوس کر کے اس نے انگلیاں مروڑتے ہوئے کہا۔

"چلو میں منہ دھو کر آیا"۔ اسکے جانے کی یقین دہانی کر کے اس نے الماری میں موجود مطلوبہ چیز کو اسکی صحیح جگہ پر رکھا اور باہر نکل گیا۔

وہ گھر سے تیار ہو کر آرہا تھا اس نے عیشہ کو کال کر دی تھی وہ بھی ریڈی تھی۔ وہ گاڑی میں ہی بیٹھا تھا جب وہ گھر لاک کر کے اسکی طرف آئی۔ بلیک کلر کی سٹائلش فراک اور ٹراوزر میں دوپٹہ سر پر ٹکائے وہ بہت خوبصورت لگ رہی تھی۔ میک اپ کے نام پر اس نے مسکارا اور لپ گلوز لگایا تھا۔ وہ یک ٹک اسے دیکھے گیا۔

اسکی نظروں کا ارتکاز خود پر پا کر وہ خود میں سمٹتی فرنٹ سیٹ پر بیٹھ گئی۔

"بہت خوبصورت لگ رہی ہو"۔ وہ اس پر جھکا بولا تو وہ حیا سے سرخ پڑ گئی۔ عفان نے گاڑی پارک کر کے اسکی طرف کا دروازہ کھولا تو وہ حیران ہوئی۔

"آجاو"۔ اسے لئے وہ واپس گھر آگیا۔ عیشہ کا دل زور زور سے دھڑک رہا تھا۔ وہ اسے ساتھ لئے روم میں آگیا۔

"ہمیں جانا تھا"۔ اسکے ارادوں کا اندازہ لگاتی وہ بولی تو اس نے ڈور لاک کر دیا۔

"ہمیں واقعی جانا تھا مگر تم نے جانے کے قابل کہاں چھوڑا ہے"۔ ایک ادا سے کہتا وہ اسکی طرف بڑھا تو وہ دو قدم پیچھے ہوئی۔

"عفان"۔ اسکے ارادے اسکا دل ڈوبا رہے تھے۔ وہ دو قدموں میں اس تک پہنچا تھا۔ اسکے گرد بازو پھیلاتے ہوئے اس نے عیشہ کو خود کے اتنا قریب کر لیا کہ اسکی پلکیں عارضوں پر جھک گئیں۔ حیا سے رنگ سرخ ہو گیا۔ دل کی آواز عفان آرام سے سن رہا تھا۔

"یہ ناچیز حسن کو خراج تحسین پیش کرنا چاہتا ہے۔ اجازت ہے؟" اسکے کان میں سرگوشی کرتا بولا تو اس نے عفان کے سینے میں منہ چھپا دیا۔ عفان نے مسکرا کر اسے خود میں سمیٹ لیا۔

"عفان"۔وہ سورہا تھا جب عیشہ کی آواز اسکی سماعت سے ٹکرائی۔اس نے آنکھیں کھولیں تو وہ شرم وحیا کا پیکر بنی اسکے سامنے بیٹھی تھی۔عفان نے اسکے گیلے بالوں میں ہاتھ پھیرتے ہوئے اسے اپنے سینے سے لگالیا۔

"اٹھ جائیں۔سب باہر ویٹ کر رہے ہیں آپکا"۔اسکے سینے پر سر رکھے وہ بولی تو عفان اسے خود سے الگ کرتے ہوئے بیٹھ گیا۔

"کون آیا ہے؟"وہ اپنے بالوں میں ہاتھ پھیرتے ہوئے بولا۔

"آپکے بہن بھائی"۔وہ سر جھکائے بولی تو عفان نے اسے بانہوں میں بھر کر خود کے قریب کر لیا۔

"تھینکس فار بیانگ ان مائی لائف۔

تھینکس فار دالولی نائٹ

اینڈ فار میکنگ مائی مارننگ ڈیلائیٹ"اسکے کان میں سرگوشی کرتے وہ اسے سرشار کر رہا تھا۔

وہ اسکے سینے میں منہ دیئے مسکرادی۔

"تم چلو میں پانچ منٹ میں آیا"۔اسکا ماتھا چومتا وہ واشروم میں گھس گیا۔

آج کا سارا دن اسکے بہن بھائی وہاں گزار کر گئے تھے۔اسے سنجیدہ سا شہروز,نٹ کھٹ بسمل, اور شوخ اور شرارتی زمر اور فرمان بہت اچھے لگے تھے۔انکی صحبت میں دن بہت اچھا گزرا تھا۔شام کو وہ سب چلے گئے تھے۔

"عیشہ"۔وہ سونے کے لئے لیٹی تھی سو اس کے پکارنے پر اسکی طرف پلٹی۔

"تم اماں اور ڈیڈ سے کیوں خفا ہو؟"سادہ سے لہجے میں سوال کیا گیا تھا۔

"سو جائیں رات بہت ہو گئی ہے"۔وہ ٹالتے ہوئے بولی۔

"تم بتا کیوں نہیں دیتی ہو؟"وہ بے چینی سے بولا۔

"مجھے اس بارے میں بات نہیں کرنی ہے"۔وہ سرد لہجے میں بولی۔

"وہ چاہتے ہیں کہ تم اپنے گھر میں رہو"۔اب کی بار لہجہ نرم تھا۔

"میں اپنے گھر میں ہی ہوں"۔لہجہ اب بھی سرد تھا۔

"وہ ہمارے گھر کی بات کر رہی ہیں"۔عفان رسان سے بولا۔

"کیا یہ آپکا گھر نہیں ہے؟"اس نے عفان کا کہا ہوا جملہ اسے لوٹایا۔

"عیشہ تم جانتی ہو کہ میں کیا کہنا چاہتا ہوں"۔وہ بے چارگی سے بولا۔

"میں وہاں نہیں جاسکتی۔آپ کو جانا ہے تو چلے جائیں"۔وہ فیصلہ کن انداز میں بولی۔

"کیوں نہیں جاسکتی ہو؟"اس بار لہجہ درشت تھا۔

"کیا میں سو سکتی ہوں؟"غصے سے کہتی وہ کروٹ بدل کر لیٹ گئی۔عفان لب بھینچ گیا۔

حسین صاحب اور فاطمہ بیگم کے دو بچے تھے ضمیر حسین بڑے اور شمشیر حسین چھوٹے۔ دونوں ہی بہت فرماں بردار تھے مگر شمشیر حسین کی طبیعت میں دولت کی ہوس رچی ہوئی تھی۔ ضمیر حسین انکے برعکس بہت صوبر اور خوبرو نوجوان تھے۔

فاطمہ بیگم کی دو بھانجیاں تھیں شائستہ اور ملیحہ۔ دونوں ہی ایک دوسرے کی الٹ تھیں۔ شائستہ جتنی نرم مزاج اور ڈیسنٹ تھیں ملیحہ اتنی ہی لاابالی ضدی اور گھمنڈی۔ دونوں سوتیلی بہنیں تھیں سو ملیحہ شائستہ کو دیکھ کر راضی تک نہ تھی۔ انہیں شائستہ جسے حسین صاحب بچپن سے "اچھی لڑکی" کہا کرتے تھے سے چڑ تھی۔ ضمیر حسین کو بھی وہ اچھی لڑکی پسند تھی جبکہ ملیحہ کو وہ۔ ضمیر حسین کی ہی فرمائش پر فاطمہ نے نہ صرف انکے لئے شائستہ کا ہاتھ مانگا بلکہ شمشیر کے لئے ملیحہ کو بھی مانگ لیا۔

ملیحہ کو یہ شکست برداشت نہ ہوئی سو وہ شائستہ کو ہر چیز کا موردالزام ٹھہرا کر ان سے بدلہ لینے کی ٹھان گئیں۔ شمشیر حسین کو اپنے قابو میں کرنے کے بعد پہلے انہوں نے گھر میں فسادات برپا کر کے دونوں بھائیوں کو الگ کروایا۔ فاطمہ بیگم بیٹوں کے درمیان دوریاں برداشت نہ کر سکیں اور ایک دن ایسی سوئیں کہ اٹھ نہ سکیں۔

کچھ سالوں بعد حسین صاحب بھی بیوی کے پاس چلے گئے تو شمشیر حسین نے بڑی چالاکی سے ساری جائیداد پر قبضہ کر لیا۔ ضمیر حسین صبر کر کے رہ گئے۔ اللہ نے صبر کا پھل دیا اور خوب ترقی دی۔ شمشیر حسین سے انکی ترقی دیکھی نہ گئی تو اوچھے ہتھکنڈے استعمال کر کے بھائی کو برباد کر دیا۔

ہاسپٹل سے واپسی پر ضمیر حسین کی فیملی کو دیکھ کو آپے سے باہر ہو گئیں اور گاڑی جان بوجھ کر انکی گاڑی کے سامنے لے آئیں۔ شائستہ ایکسیڈنٹ سے بچانے کی کوشس میں گاڑی پر قابو نہ رکھ سکیں اور گاڑی سامنے کھمبے میں جا کر لگی۔

ملیحہ گاڑی سے اتر کر آئیں اور تاسف سے بہن کو دیکھ کر واپس چلی گئیں۔ عیشہ کی چیخ و پکار کا مدد کی درخواست کا ان پر کوئی اثر نہ ہوا۔

"عیشہ "۔ عیشہ کو لرزتا دیکھ کر عفان نے اسے سیدھا کیا۔ جسکا چہرہ آنسوؤں سے بھرا ہوا تھا۔ ماضی کو سوچتے وہ رو رہی تھی۔

"آئی ایم سوری جان۔ پلیز ڈونٹ کرائے "۔ اسے خود سے لگائے وہ بولا۔

پلیز میں وہاں نہیں رہ سکتی "۔ وہ سسکتے ہوئے بولی۔ عفان کو شرمندگی ہوئی۔

"اٹس او کے جان۔ ہم یہیں رہیں گے۔ وہاں نہیں جائیں گے "۔ اسے بہلاتے ہوئے اس نے سلا دیا۔ عفان وہ ڈائری پڑھ چکا تھا۔ سب اسکے منہ سے سننا چاہتا تھا اسلئے اسے ایسا کہا تھا۔ وہ یہ نہیں جانتا تھا کہ انجانے میں وہ اسکے زخم ادھیڑ دے گا

"بھائی آپ بھابھی سے کہیں نا کہ وہ گھر چلیں "۔ ویک اینڈ پر وہ سب وہیں جمع تھے۔ بسمل کا عفان کے بغیر دل نہیں لگتا تھا وہ اتنے دنوں سے عیشہ کے ساتھ رہ رہا تھا۔ سب کچھ جان کر بھی اسے عیشہ پر غصہ آتا تھا۔

"تم جانتی ہو کہ وہ ایسا نہیں کرے گی "۔ عفان بہن کا ہاتھ تھامے محبت سے بولا۔

"تو کیا انکی ایک ذرا سی خفگی کی وجہ سے آپ ہمیں چھوڑ دیں گے۔وہ ہم سے ہمارا بھائی نہیں چھین سکتیں۔ہمیں بھی آپکی ضرورت ہے۔شادی ہو گئی تو کیا آپ پر ہمارا کوئی حق نہیں رہا؟ پہلے چچی نے چاچو کو ہم سے دور رکھا یہاں تک کہ ہمیں عیشہ اور وقاص کے بارے میں بھی لاعلم رکھا اب وہ بھی یہی سب کرے گی۔مجھے نہیں پتا آپ چلیں ہمارے ساتھ"۔وہ جو غصے میں بولے جا رہی تھی ایک دم عیشہ کو دروازے میں کھڑا دیکھ کر اسکی زبان کو بریک لگی۔

"بھابھی وہ۔۔۔"وہ کچھ کہنا چاہتی تھی مگر عیشہ نے ٹوک دیا۔

"آئندہ میری ماں کے بارے میں کچھ غلط مت بولنا۔اپنے بھائی کو لو اور یہاں سے چلی جاو"۔ غصے سے کہتی وہ وہاں سے باہر نکل گئی۔

"بھابھی پلیز اسکی باتوں کا برا مت منائیں وہ تو ہے ہی بے وقوف"۔شہروز اسکے پیچھے آیا تھا۔

"مجھے اکیلا چھوڑ دو"۔غصے سے کہتی وہ اپنے کمرے میں بند ہو گئی۔

"مل گئی خوشی۔کیا ضرورت تھی یہ سب بکواس کرنے کی"۔فرمان بسمل کو سنا رہا تھا جو خاموش بیٹھی تھی۔

"بھائی بھابھی۔۔۔"بسمل کے کچھ کہنے سے پہلے عفان نے اندر آتے شہروز کو مخاطب کیا۔

"شہروز انہیں لیکر یہاں سے چلے جاو"۔

"آئی ایم سوری"۔بسمل عفان کا ہاتھ تھامے شرمندگی سے بولی۔

New Era Magazine

"بولنے سے پہلے ایک مرتبہ سوچ لیا کرو کہ کہہ کیا رہی ہو۔گھر جاواب"۔ عفان نے اسکے سر پر چپت لگاتے ہوئے کہا۔ شہروز ان دونوں کو واپس لے آیا تھا۔وہ اپنے اور بہروز کے مشترکہ کمرے میں چلا گیا جبکہ فرمان اپنے اور زمر کے مشترکہ کمرے میں۔

بسمل اپنے روم میں آئی۔شرمندگی کی وجہ سے اسے نیند نہیں آرہی تھی سو فرمان کے پاس آگئی۔زمر کو فرمان سب بتا چکا تھا۔

"مجھے بھابھی سے سوری کرنا چاہیئے نا؟"وہ فرمان کے بیڈ پر بیٹھتے ہوئے بولی۔

"نہیں تو کیا ضرورت ہے بھلا؟"زمر نے طنز کیا۔

بسمل کی آنکھوں میں آنسو دیکھ کر فرمان اسے سمجھانے لگا۔"دیکھو بسمل تم نے بنا سوچے سمجھے نہ صرف انکے بارے میں غلط بات کی بلکہ چچی کے بارے میں بنا سچ جانے تم نے اتنی بڑی بات کر دی۔وہ ہمارے پیرینٹس سے خفا ہیں مگر آج تک انہوں نے انکے بارے میں کوئی غلط بات نہیں کی پھر تم کیسے؟؟؟۔۔۔

"آئی ایم سوری بٹ میں بھائی کے بغیر نہیں رہ سکتی"۔وہ روہانسے لہجے میں بولی۔

"بھائی کے بغیر تو ہم میں سے کوئی بھی نہیں رہ سکتا۔وہ خود بھی ہمارے بغیر نہیں رہ سکتے۔وہ مجبور ہیں"۔اب زمر اسے سمجھا رہا تھا۔وہ تینوں اس بات سے بے خبر تھے کہ باہر کھڑے بہروز نے صرف انکی آخری بات سنی تھی اور اسے غلط معنی دیکر غصے میں وہاں سے نکل گیا تھا۔

عفان نے اس سے بات کرنے کی کوشش کی تھی مگر اس نے خاموشی کا لباس اوڑھ لیا تھا۔ نہ تو اس نے عفان سے کچھ کہا تھا نہ ہی اسکی کسی بات کا جواب دیا تھا۔ بلآخر وہ خود ہی خاموش ہو گیا تھا۔

جمعے کو اس نے ان چاروں کو بلوایا تھا۔ عیشہ کے ڈیپارٹمنٹ میں پارٹی تھی سو وہ وہاں گئی ہوئی تھی۔ وہ چاروں ہال میں ہی بیٹھے تھے۔ عفان کے ہاتھ میں ایک ڈائری تھی۔ اس نے ایک نظر اپنے بہن بھائیوں پر ڈالی اور ایک لمبا سانس لیکر پڑھنا شروع کیا۔

"آج میں نے بابا کو پھر سے روتے ہوئے دیکھا۔ وہ ممی کے سامنے نہیں روتے۔ وہ تو کسی کے سامنے بھی نہیں روتے۔ وہ شمشیر حسین کی وجہ سے روتے ہیں۔ جس شخص سے وہ سب سے زیادہ پیار کرتے ہیں اسکی وجہ سے روتے ہیں۔ مجھے اس شخص سے نفرت ہے جس کی وجہ سے میرے بابا روتے ہیں"۔ پہلا صفحہ پڑھ کر وہ خاموش ہو گیا تھا۔ ڈائری پر دن یا ڈیٹ نہیں لکھا تھا۔ صفحوں اور لکھائی کو دیکھ کر لگتا تھا کہ وہ بہت پرانی ہے۔ عفان نے ایک نظر اپنے بہن بھائیوں کو دوبارہ دیکھا جو ہونقوں کی طرح اسی کو دیکھ رہے تھے اور پھر پڑھنا شروع کر دیا۔

"آج میں نے بابا کو کسی سے بات کرتے سنا۔ وہ کسی سے کہہ رہے تھے کہ انہیں انکے بھائی نے دھوکا دیا ہے۔ وہ آج بھی روئے تھے۔ انکی آنکھیں سرخ تھیں۔ ممی کی آنکھیں تو اب ہر روز

ہی سرخ رہنے لگی ہیں۔وہ دونوں ہمیں کچھ نہیں بتاتے مگر ہم جانتے ہیں کہ کچھ تو ہوا ہے۔

میں جانتی ہوں یہ سب شمشیر حسین کی وجہ سے ہوا ہے"۔

اگلا صفحہ پلٹتے ہوئے اس نے انہیں نہیں دیکھا تھا۔

"آج میں نے بہت ہمت کر کے بابا سے انکے رونے کی وجہ پوچھی۔وہ مجھے نہیں بتاتے مگر میں نے انکو قسم ہی ایسی دی تھی کہ انہیں بتانا پڑا۔کبھی کبھی میں حیران ہوتی ہوں کہ شمشیر حسین کی وجہ سے وہ تکلیف میں ہیں مگر پھر بھی اس شخص کی قسم دینے پر انہوں نے مجھے سب کچھ بتادیا۔

بابا کو لاس ہوا ہے۔ہماری پراپرٹی بکنے والی ہے۔یہ سب شمشیر حسین کی وجہ سے ہوا ہے۔ اس نے دھوکے سے یہ سب کچھ کروایا ہے۔بابا آج پہلی بار میرے سامنے روئے ہیں۔میں ان کے آنسو پونچھنے کے سوا کچھ بھی نہیں کر سکی۔مجھے آج اس شخص سے نفرت محسوس ہو رہی ہے جس کا نام شمشیر حسین ہے"۔

عفان نے گہرا سانس لیکر اگلا صفحہ پلٹا۔اب بھی اس نے انہیں نہیں دیکھا تھا جو بنا سانس لئے اسی کو دیکھ رہے تھے۔

"دو دن بعد ہمارا آفس اور ہماری پراپرٹی بکنے والی ہے۔ بابا بہت اپ سیٹ ہیں۔ انکی کوئی بھی ہیلپ نہیں کر رہا ہے۔ بابا اب مجھ سے اپنی باتیں شیئر کرتے ہیں مگر میں انکے لئے کچھ بھی نہیں کر سکتی۔

میں نے ان سے کہا ہے کہ وہ خود اپنے بھائی سے بات کریں۔ کوئی بھائی اپنے سگے بھائی کے ساتھ ایسا کیسے کر سکتا ہے؟ انہوں نے مجھے بہت ڈانٹا کہ میں شمشیر حسین کو بڑے ابو کہوں مگر میں نہیں کہہ سکتی۔ کیونکہ انکی وجہ سے میرے ممی بابا اتنی تکلیف میں ہیں۔ انکی وجہ سے وقاص کو اپنا سکول اور مجھے اپنا کالج چینج کرنا پڑا ہے۔ میں نے بابا سے کہہ تو دیا ہے کہ وہ اپنے بھائی سے بات کریں اور وہ مان بھی گئے ہیں مگر ہم دونوں ہی پر امید نہیں ہیں"۔

کمرے میں صفحہ پلٹنے کی آواز سنائی دی تھی۔ بولا کوئی بھی نہیں تھا۔ وہ سب دم بخود سن رہے تھے۔

"میں ضد کرکے بابا کے ساتھ انکے بھائی کے آفس گئی تھی۔ انہوں نے ہمیں دو گھنٹے ویٹنگ روم میں بیٹھائے رکھا۔ وہاں بابا نے مجھے دو لڑکے دکھائے۔ ایک میرا ہم عمر تھا جبکہ دوسرا وقاص کا۔ ایک کا نام عفان تھا اور دوسرے کا بہروز۔ ایک کی شکل بابا جیسی تھی تو دوسرے کی ممی جیسی۔ بابا نے کہا وہ میرے کزنز ہیں۔ بابا نے انکو بہت پیار کیا۔ وہ ہمیں ایسے دیکھ رہے تھے جیسے جانتے ہی نہ ہوں۔ میں حیران تھی کہ بابا نے انہیں کہا تھا کہ وہ شمشیر حسین کے

New Era Magazine

دوست ہیں۔ میرے پوچھنے پر بابا نے کہا صحیح تعارف کروانے کا کیا فائدہ جب انہوں نے ہم سے کوئی تعلق ہی نہیں رکھنا۔ ان کے لہجے کا درد مجھ سے چھپا تھا نہ ان کی آنکھوں کی نمی۔ انہوں نے مجھے کہا کہ جب انہوں نے عفان کو پہلی دفعہ دیکھا تھا تو وہ چاہتے تھے کہ اسکی مجھ سے شادی ہو۔ مجھے اس خیال سے ہی جھرجھری آئی تھی کہ شمشیر حسین کے بیٹے سے میری شادی ہو۔ میں اس شخص کے ساتھ ایک ہی گھر میں کیسے رہ سکتی ہوں جسکی وجہ سے میرے بابا ہارٹ پیشنٹ بن گئے تھے۔ جو ہمیں سڑک پر لانا چاہتا تھا۔ جس کی وجہ سے ممی ڈپریشن کا شکار ہو گئی تھیں۔

دو گھنٹے بعد وہ ہم سے ملے۔ بابا نے ان سے بہت درخواست کی مگر وہ نہیں مانے۔ بابا کو آج میں نے پہلی مرتبہ اتنا بے بس دیکھا تھا۔ وہ شخص بابا کو گالیاں دے رہا تھا۔ انہیں برا بھلا کہہ رہا تھا اور وہ بس سن رہے تھے۔ آخر میں انہوں نے ایک شرط رکھی کہ وہ سب کچھ ٹھیک کر دیں گے اگر بابا مجھے دو دن کے لئے انکے چوکیدار کے حوالے کر دیں۔ وہ ایسا کیسے کہہ سکتے تھے۔ میں انکا خون تھی۔ بابا نے انہیں کچھ نہیں کہا بس میرا ہاتھ پکڑ کر باہر لے آئے۔ سارے راستے وہ روتے رہے تھے۔ گھر آ کر انکی طبیعت خراب ہو گئی تھی۔ اب بھی وہ کارڈیالوجی میں ہیں۔ اس شخص کی وجہ سے۔ مجھے اس گھٹیا شخص سے نفرت ہے" ایک لمحے کو عفان نے اپنا سر اٹھا کر اپنے بہن بھائیوں کو دیکھا جن کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔ بسمل تو سسک اٹھی تھی۔ اس نے دوبارہ سے پڑھنا شروع کیا۔

"ہمارا آفس, فلیٹس سب کچھ بک گیا ہے۔ بابا کے علاج کے لئے ممی نے اپنے فیورٹ کڑے بھی بیچ دیئے ہیں۔ آج ہم بابا کو واپس لینے جائیں گے۔ وقاص کو کچھ بھی پتا نہیں ہے۔ ممی کو بھی ہماری شمشیر حسین سے ملاقات کا نہیں پتا۔ بابا نے مجھے منع کیا تھا کہ میں کسی کو کچھ نہ بتاوں"۔

عفان نے دو چار گہرے گہرے سانس لیکر آنسووں کو اندر دھکیلا اور اگلا صفحہ پلٹا۔

"آج میں دو ماہ بعد کچھ لکھ رہی ہوں۔ کیا کیا لکھوں سمجھ ہی نہیں آ رہا۔ شمشیر حسین کی بیوی کی گاڑی سے ہاسپٹل سے واپسی پر ہمارا ایکسیڈنٹ ہو گیا تھا۔ ممی تڑپ رہی تھیں۔ میری گود میں انکا سر تھا۔ بابا سانس نہیں لے رہے تھے۔ وقاص بھی بے ہوش تھا۔ وہ ہمارے پاس آئیں اور ممی کو دیکھ کر واپس گاڑی میں بیٹھ کر چلی گئیں۔ میں انہیں مدد کا کہتی رہی مگر انہوں نے سنا ہی نہیں۔

ہاسپٹل میں ممی نے بتایا کہ وہ میری خالہ بھی ہیں اور تائی امی بھی۔ شمشیر حسین کے بعد مجھے جس سے نفرت ہے وہ ملیحہ شمشیر ہیں۔ وہ ہماری مدد کر سکتی تھیں مگر انہوں نے نہیں کی۔ ان کی وجہ سے وقاص نے اپنی دونوں ٹانگیں کھو دیں۔ ہم نے ممی بابا کو کھو دیا۔

انکے جنازے پر بھی وہ دونوں نہیں آئے تھے۔ مگر ٹھیک ایک ہفتے بعد شمشیر حسین آئے تھے۔ ہمیں دھمکیاں دینے کہ اگر ہم نے کوئی قانونی کاروائی کی تو وہ وقاص کو مار دیں گے اور مجھے کسی کوٹھے پر بٹھا دیں گے۔ مجھے اس شخص سے کراہیت محسوس ہوتی ہے۔ میں چاہتی

ہوں زندگی میں کبھی بھی ہمارا سامنا نہ ہو۔ مجھے اسکے ہاتھوں پر اپنے ممی بابا کا خون نظر آتا ہے۔ میں اسے بد دعا دینا چاہتی ہوں مگر میرے بابا نے مجھے منع کیا تھا کہ وہ انکا بھائی تھا مگر مجھے یقین ہے انہیں ہماری آہ لگے گی۔ انصاف ضرور کیا جائے گا"۔ عفان نے برستی آنکھوں سے ڈائری بند کر دی۔ کافی دیر تک کمرے میں بسمل کی ہچکیوں اور سسکیوں کی آواز ابھرتی رہی تھی۔ وہ بھائی تو بس خاموش آنسو بہا رہے تھے۔ کافی دیر بعد عفان بولا۔

"آگے کچھ بھی نہیں لکھا۔ چچی نے ہم سے چاچو کو الگ نہیں کیا تھا ڈیڈی نے کیا تھا۔ کیوں کیا یہ صرف وہ جانتی ہے یا اماں اور ڈیڈی۔ وہ دونوں اپنے اعمال اپنے منہ سے نہیں بتائیں گے۔ عیشہ ہمیں ہمارے پیرینٹس سے متنفر نہیں کرنا چاہتی اس لئے خاموش ہے۔ اب بھی تمہیں لگتا ہے کہ وہ بری ہے؟" وہ بسمل کو ہی دیکھ رہا تھا جو ہچکیوں سے رو رہی تھی۔ رو تو وہ سب ہی رہے تھے۔ انکشافات اتنے بھیانک جو تھے۔ اسکے بعد بھی انہوں نے نہ جانے کیا کچھ سہا ہو گا جو اس نے لکھا نہیں تھا۔

بسمل عفان سے لپٹ کر رو دی۔ عیشہ کے اچانک اندر آنے پر وہ سب چونک گئے۔ اس نے ان سب کے ستے ہوئے چہرے دیکھے۔ بسمل ابھی بھی عفان کے ساتھ لگی رو رہی تھی۔ اسے عیشہ کے آنے کا پتا ہی نہیں چلا۔ عیشہ نے ایک گہرا سانس لیا اور اپنے کمرے کی طرف چلی گئی۔

عفان کمرے میں آیا تو وہ کروٹ بدل کر لیٹ گئی۔ عفان چینج کر کے ڈائری کو مطلوبہ جگہ پر رکھ کر اس کے پاس ہی لیٹ گیا۔ عیشہ کی خاموشی اگلے دن بھی نہیں ٹوٹی۔ یونیورسٹی سے آف تھا سو وہ ان سب کے لئے ناشتہ بنا کر کپڑے دھونے لگی۔ اسکے بعد دوبارہ سے کچن میں گھس گئی۔ گھر میں ایک گہری خاموشی تھی۔ شہروز ہاسپٹل جا چکا تھا۔ عفان آفس چلا گیا۔ زمر، فرمان اور بسمل کا آف تھا مگر ان میں اسکا سامنا کرنے کی ہمت نہیں تھی۔ دوپہر کو بھی وہ کمرے سے نہیں نکلے تو وہ ٹرے میں کھانا روم کے باہر ٹیبل پر رکھ کر روم ناک کر کے واپس آگئی۔

"بھابھی کیا بنا ہے کھانے میں؟ مجھے بہت بھوک لگ رہی ہے"۔ شام کو شہروز آیا تو وہ اپنے روم میں ہی تھی۔ ان تینوں کو ڈانٹ کر وہ وہیں آگیا تھا کہ جب وہ ہم پر کچھ ظاہر نہیں کر رہی تو اس طرح کا رویہ رکھ کر اسے ہرٹ کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ خاموشی سے ڈانٹ سننے کے بعد وہ انہیں ہال میں چلنے کا کہہ کر وہاں آیا تھا۔

"چائینیز رائس بنائے تھے۔ فریش ہو جاو میں کھانا لگا دیتی ہوں"۔ بنا اسے دیکھے کہتی وہ روم سے نکل گئی۔ وہ کچن میں آئی تو زمر بھی وہیں آگیا۔

"ایک بات پوچھوں بھابھی"۔ اسے اتنا سنجیدہ دیکھ کر وہ ایک لمحے کو ٹھٹھک گئی پھر سر ہاں میں ہلا کر اسے اجازت دی۔

New Era Magazine

"آپ کو ڈیڈی اور اماں پسند نہیں ہیں پھر ہمیں کیوں برداشت کر رہی ہیں؟"وہ کم از کم اس سے اس سوال کی توقع نہیں کر رہی تھی۔ سانس بھر کر رہ گئی۔

"بابا کو تم سب سے بہت پیار تھا۔ وہ چاہتے تھے کہ ہم ایک ساتھ رہیں"۔ کھانا ٹیبل پر لگاتے وہ مصروف سے انداز میں بولی۔

"آپ کو ہم پسند نہیں ہیں؟"کچھ سوچتے ہوئے وہ بولا تو وہ سٹپٹا کر رہ گئی۔

"میں نے ایسا تو نہیں کہا"۔

"یعنی ہم پسند ہیں۔ تو چلیں اس خوشی میں ڈنر ہمیں شہروز دے گا"۔ اس نے کہتے ہی کھانا کھاتے شہروز کی کمر میں دھپ رسید کرتے ہوئے کہا۔

"ابھی ڈنر کی کمی ہے؟"شہروز نے ٹیبل پر رکھے چائینیز رائس اور چکن چلی ڈرائی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"جی بالکل ہے۔ آپ ڈنر کر رہے ہیں ہم لوگوں نے نہیں کیا۔ جلدی سے کھانا کھاؤ اور ہمیں لیکر چلو"۔ زمر بچوں کی طرح ضدی انداز میں بولا تو وہ اور عیشہ ہنس دیئے۔

"کہاں جانے کی باتیں ہو رہی ہیں؟"عفان اندر آیا ہی تھا کہ بسمل نے آگے بڑھ کر اس کے ہاتھ سے بیگ لے لیا۔ تھینکس کہتا وہ ٹیبل تک آیا جہاں اب سب موجود تھے۔

"بھائی شہروز بھائی ہم سب کو ڈنر پر لیکر جا رہے ہیں"۔ زمر سے خوشی سے لہکتے ہوئے کہا۔

"کس خوشی میں؟"وہ حیرت سے پوچھ رہا تھا۔

"خوشی کی کیا بات ہے؟ ویسے ہی لیکر جا رہے ہیں۔ اب آپ یہ کھانا بند کریں اور جلدی سے فریش ہو کر آ جائیں"۔ فرمان نے کہتے ہوئے اسکے سامنے سے شہروز کی پلیٹ اٹھالی جسے وہ بیٹھتے ہوئے اپنی طرف کھسکا چکا تھا۔

"میں یونہی ٹھیک ہوں"۔ وہ اپنے کپڑوں کو دیکھتا ہوا سستی سے بولا۔

"بھائی بھابھی کو دیکھیں کتنی پیاری لگ رہی ہیں۔ آپ اتنے سڑے بسے سے انکے ساتھ چلتے اچھے لگیں گے کیا؟" زمر نے عیشہ کی طرف اسکا منہ کرتے ہوئے کہا تو وہ جھینپ گئی۔ عفان اسکی اس ادا پر مسکرا دیا۔

"اگر میں ایسے سڑا بسا تمہارے ساتھ جاوں تو تمہیں برا لگے گا کیا؟" عفان کے اس طرح پوچھنے پر وہ گڑبڑا گئی۔

"بتائیں نا بھابھی"۔ فرمان کے لقمہ دینے پر اس نے دوبارہ عفان کو دیکھا جو محبت پاش نگاہوں سے اسی کو دیکھ رہا تھا۔ وہ نظریں چرا گئی۔

"بتاو سب جاننا چاہتے ہیں"۔ وہ شوخ ہوا تو وہ "پتا نہیں" کہتی کچن میں واپس آ گئی۔ اپنے پیچھے اس نے عفان کا جاندار قہقہہ سنا تھا۔ اسکا چہرہ سرخ پڑ گیا تھا۔

"بھابھی چلیں نا۔ سب ویٹ کر رہے ہیں آپ کا"۔ شہروز اسے بلانے آیا تب تک وہ خود کو کمپوز کر چکی تھی۔

کھانا بہت خوشگوار موڈ میں کھایا گیا تھا۔وہ خاموشی سے مسکراتے ہوئے ان سب کی باتیں سنتی رہی تھی۔ فرمان بسمل کو چھیڑ رہا تھا۔انہیں دیکھ کر اسے وقاص یاد آ گیا۔

"کیا ہوا کیا سوچ رہی ہو؟" اسے خیالات میں گم دیکھ کر عفان نے سرگوشی کی تھی۔

"بہروز نہیں آیا؟" وہ تھوڑا پیچھے ہوتے ہوئی بولی۔ آواز آہستہ تھی مگر ساتھ بیٹھے فرمان نے سن لی تھی۔

"آپ اسے مس کر رہی ہیں؟'فرمان نے حیرانگی سے پوچھا۔وہ بہروز کے عیشہ کے ساتھ رویے کو جانتا تھا اسلئے حیران ہوا تھا۔

"آپ سب لوگ عفان سے ملنے آتے ہیں۔وہ نہیں آتے۔اس لئے پوچھا"۔وہ شرمندگی سے بولی۔اور کہتی بھی تو کیا کہ اسے دیکھ کر مجھے وقاص یاد آتا ہے۔یہ تو وہ چاہ کر بھی نہیں کہہ سکتی تھی۔ بہروز کا رویہ شروع دن سے ہی اسکے ساتھ برا تھا۔وہ واقعی میں شمشیر حسین کا عکس ہی تو تھا۔وہ سر جھٹک کر رہ گئی۔

"یہ لیں شیطان کو یاد کیا اور شیطان حاضر"۔ شہروز نے سامنے گیٹ سے بہروز کو آتے دیکھ کر کہا۔وہ دونوں جڑواں تھے مگر شکل اور حرکتوں میں بالکل مختلف تھے۔ شہروز کے اشارے پر ہی وہ وہاں آیا تھا۔عیشہ کو دیکھتے ہی اسکے چہرے پر ناگواری دوڑ گئی تھی۔

"آپ کو پتا ہے بھیا ابھی ہم آپ ہی کی بات کر رہے تھے"۔بسمل اسے دیکھ کر محبت سے بولی۔

"جیسے لوگ یہاں موجود ہیں اس سے تو یہی کہا جاسکتا ہے کہ برے الفاظ میں ہی یاد کر رہے ہو گے"۔عیشہ جانتی تھی کہ یہ طنز اسی کے لئے ہیں مگر کہہ کچھ نہیں سکتی تھی۔اس لئے خاموش رہی۔

"مطلب جان سکتا ہوں اس بات کا؟"عفان نے سختی سے کہا تو وہ مسکرا دیا۔

"مزاق کر رہا ہوں بھائی"۔چہرے پر ہنسی سجائے اس نے بسمل کی پلیٹ سے سلاد کا پتا اٹھا کر منہ میں رکھ لیا۔

"بھیا ہم سب تو یہاں شہروز بھیا کے ساتھ آئے ہیں آپ یہاں کیا کر رہے ہیں؟"بسمل کے شوخی سے کئے گئے سوال پر وہ ہنس دیا۔

"یعنی کہ یہاں شہروز کے پیسوں پر عیاشی ہو رہی ہے۔میرے بیچارے عفان بھائی کیا کم تھے جو دوسرے کو بھی بیوقوف بنالیا ہے"۔کہہ وہ بسمل کو رہا تھا مگر عفان عیشہ اور شہروز جانتے تھے کہ وہ عیشہ کو سنا رہا ہے۔عفان نے تاسف سے اسے دیکھا۔

"پھر بھی بھیا کس کو ٹائم دیا ہے"؟فرمان نے بھی اسے چھیڑا تو وہ ہنس دیا۔

"یار میں بہت سلجھا ہوا انسان ایسے ہی کسی ادائیں دکھاتی حسینہ کے چکروں میں نہیں آسکتا"۔

بہروز کے تیر اسکے دل پر لگ رہے تھے۔وہ ضبط کرنے میں ناکام رہی تو اٹھ کھڑی ہوئی۔

"ایکسکیوز می"۔آنسو ضبط کئے وہ واشروم کی طرف چلی گئی۔

"زبان سنبھال کر بات کیا کرو بہروز"۔عفان نے سختی سے کہا تو وہ معصوم بنا بولا۔۔۔

"میں نے کیا کہا ہے؟"

"تم نے جو کچھ کہا ہے وہ یہ دو بے وقوف نہیں سمجھ سکے مگر میں تمہاری رگ رگ سے واقف ہوں"۔ عفان نے بسمل اور فرمان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا جو واقعی نہیں سمجھے تھے کہ وہ عیشہ پر طنز کر رہا تھا جبکہ شہروز اور زمر اسے تاسف سے دیکھ کر رہ گئے۔ بھائی کو عیشہ کی سائیڈ لیتا دیکھ وہ غصہ میں آ گیا۔

"تو کیا غلط کہا ہے میں نے۔ اس کل کی آئی لڑکی نے آپکے ساتھ ساتھ ان کو بھی بے وقوف بنا رکھا ہے۔ دو گھڑی کے لئے گھر کی شکل دیکھتے ہیں آپ۔ اماں اور ڈیڈی سے جس طرح بات کرتے ہیں دیکھا ہے میں نے۔ اور یہ سب ہر ویک اینڈ پر منہ اٹھائے اس کے گھر چلے آتے ہیں۔ اپنا گھر نہیں ہے جو دوسروں کے تلوے چاٹ رہے ہو"۔ ابھی وہ کچھ اور بھی کہتا کہ عفان کی دھاڑا۔

"اپنی بکواس بند کرو اور یہاں سے دفع ہو جاو۔ اس سے پہلے کہ میں ضبط کھو دوں"۔

"آپ اس دو ٹکے کی عورت کی وجہ سے مجھ سے ایسے بات نہیں کر سکتے بھائی"۔ بہروز جو عفان کی دھاڑ پر حیران ہوا تھا کہ اس نے پہلی مرتبہ کسی سے ایسے بات کی تھی احتجاجا بولا۔

"شہروز اسے یہاں سے لے جاو"۔ عفان اپنے غصے کو کنٹرول کرتا دبی دبی آواز میں چیخا تھا۔

"کیا کریں گے اس گھٹیا عورت کی وجہ سے ہاتھ اٹھائیں گے مجھ پر۔ اسکے آگے کا پتا ہے نہ پیچھے کا۔ کہاں سے آئی ہے کچھ پتا بھی ہے؟ کسی گندی ماں کی غلیظ نشانی ہے وہ"۔ بہروز کو ایک تھپڑ

New Era Magazine

نے خاموش کروادیا تھا۔عفان نے اسے تھپڑ نہیں مارا تھا نہ ہی شہروز نے کچھ کہا تھا۔ تھپڑ اسے ڈیڈی نے مارا تھا۔عیشہ سب کچھ سن اور دیکھ چکی تھی۔

"جس کے لئے اتنی غلیظ زبان استعمال کر رہے ہو جانتے بھی ہو کہ وہ ہے کون؟"شمشیر حسین دھاڑے تھے۔وہ وہاں ایک میٹنگ کے لئے آئے تھے۔واپسی پر انہیں دیکھ کر وہاں آ رہے تھے جب بہروز کی باتیں انہیں تپا گئی تھیں۔

"ڈیڈی"۔بہروز گال پر ہاتھ رکھے حیرت و صدمے سے باپ کو دیکھ رہا تھا۔

"معافی مانگو بھابھی سے"۔انہوں نے عیشہ کی طرف اشارہ کیا جو چہرے پر تمسخرانہ مسکراہٹ سجائے ان کے پاس آئی تھی۔

"کمال ہے آپ انہیں تھپڑ مار رہے ہیں۔آپکو تو انہیں شاباش دینی چاہیے۔آپکی اولاد میں سے صرف یہی ایک ہیں جو اپنے باپ پر گئے ہیں۔انکی زبان سے میرے اور میری ماں کے لئے نکلے گئے الفاظ نے مجھے کوئی زیادہ تکلیف نہیں دی۔شمشیر حسین کے بیٹے سے میں ایسے ہی الفاظ کی امید رکھ سکتی تھی"۔عیشہ آگے کو جھکی شمشیر حسین کے کان میں سرگوشی کر رہی تھی۔بہروز پاس کھڑا ہونے کی وجہ سے سب سن سکتا تھا جبکہ باقی سب انہیں دیکھ رہے تھے۔ اپنی بات مکمل کر کے وہ پیچھے کو ہوئی اور بہروز کی طرف پلٹی۔

"گڈ جاب۔آج لگا کہ شمشیر حسین کے بیٹے سے ملی ہوں۔تمہارے بہن بھائیوں کو یہیں چھوڑے جا رہی ہوں بنا کوئی ادائیں دکھائے۔لے جاو"۔وہ اب بھی سرگوشی کے انداز میں

ہی بول رہی تھی۔ ٹیبل پر سے اپنا کلچ اٹھا کر وہ بغیر کچھ کہے وہاں سے جانے لگی تو عفان نے اسکا ہاتھ پکڑ کر روک لیا۔

"آپکے بہن بھائیوں سے روز روز ذلیل ہونے کی ہمت نہیں ہے مجھ میں۔ اسلئے مجھے میرے حال پر چھوڑ دیں"۔ اپنا بازو چھڑا کر وہ درشتی سے کہتی چلی گئی۔ عفان اسکے پیچھے جانا چاہتا تھا مگر شہروز نے اسے روک لیا۔

"یہ سب کیا تماشا تھا۔ تم میں تمیز ہے کہ اپنی بھابھی کے لئے پبلک پلیس پر تمہیں کیسے الفاظ استعمال کرنے چاہیئں۔ یہ تربیت کی ہے ہم نے تمہاری؟" وہ واپس آئے تو عفان اپنے کمرے میں بند ہو گیا تھا جبکہ بہروز اماں کی عدالت میں کھڑا تھا۔ شمشیر حسین نے سب کو انکے رومز میں جانے کا کہا تھا سو اب وہاں اماں بہروز اور وہ موجود تھے۔

"مجھے نفرت ہے اس عورت سے جسکی وجہ سے اماں آپ اور ہم سب عفان بھائی سے دور ہو گئے ہیں"۔ وہ تنفر سے بولا۔ لہجہ ادب میں دھیمہ ہی رکھا ہوا تھا۔

"تمہارے یہ سب کرنے سے سب ٹھیک ہو جائے گا؟" شمشیر حسین اس دفعہ نرم پڑے تھے۔

"اگر نہیں ہوا تو میں اسے جان سے مار دوں گا"۔ وہ غصے سے بولا تھا۔ ایک تھپڑ تھا جو اسے اسکی اماں سے پڑا تھا۔

New Era Magazine

"اگر تم نے اسے کوئی نقصان پہنچایا تو میں اپنی جان لے لوں گی"۔اماں ضبط کے باوجود رو دی تھیں۔

"کیوں آپ لوگوں کو اسکی فکر ہو رہی ہے۔کیا لگتی ہے وہ آپکی؟"وہ ماں کو روتا دیکھ تڑپ اٹھا تھا۔

"تمہارا تو دماغ چل گیا ہے۔بہو ہے وہ ہماری اور کیا"۔اماں نے اسکے ہاتھ جھٹکتے ہوئے کہا۔

"وہی بہو جسکی وجہ سے عفان بھائی ہمیں چھوڑ کر چلے گئے ہیں"۔وہ غصے اور تنفر سے بولا۔

"کہاں گیا ہے عفان؟کیا ملنے نہیں آتا ہمیں یا ہماری ضروریات کا خیال نہیں رکھتا۔سب کچھ تو کرتا ہے وہ۔اگر اسے ٹائم دیتا ہے تو کیا ہمیں بھول گیا ہے؟ذمہ داریاں بڑھ گئی ہیں مگر اس نے کبھی بھی اپنے فرائض سے کوتاہی نہیں کی"۔وہ بول رہی تھیں کہ وہ ٹوک گیا۔

"اور انکا رویہ"۔

"انسان ہے کوئی فرشتہ نہیں ہے جو غلطی نہ کر سکے۔اگر وہ غلطی کرتا ہے تو معافی بھی مانگ لیتا ہے۔آئندہ اگر تم نے اپنی بھابھی سے کوئی غلط بات کی تو میں کوئی رعایت نہیں کرونگا۔ جاو اب اپنے کمرے میں مگر صبح ہوتے ہی بھائی سے معافی مانگ لینا"۔شمشیر حسین اسکے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے محبت سے بولے تو وہ خفگی سے بول اٹھا۔

"میں اس عورت سے معافی نہیں مانگوں گا۔"

"وہ تو ہمیں معاف کر بھی نہیں سکتی"۔وہ بڑابڑ کر رہ گئے۔

"ناراض ہو مجھ سے ؟" عفان واپس آیا تو وہ بیڈ پر نیم دراز تھی۔ اسے دیکھ کر آنکھوں پر بازو رکھ گئی۔ وہ اسکا ہاتھ ہٹاتے ہوئے بولا۔

"ہاں نہ تو کرو"۔

"آئی ایم سوری یار"۔ وہ اسکے بال سہلاتے ہوئے بولا۔

"آپ پلیز اپنے گھر چلے جائیں"۔ وہ بھرائی ہوئی آواز میں بولی تو وہ تڑپ اٹھا۔

"تم جانتی ہو کہ تمہارے بغیر میں نہیں رہ سکتا"۔

"ان لوگوں کو آپکی ضرورت ہے"۔ وہ اٹھ کر بیٹھ گئی تو عفان نے اسکا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا۔

"مجھے تمہاری ضرورت ہے"۔

"پلیز عفان۔ وہ لوگ صحیح ہیں"۔ آنکھیں ایک بار پھر بھیگ گئیں۔ اس سے پہلے کہ وہ کچھ کہتا اسکا موبائل بج اٹھا۔

"ایک منٹ یار"۔

"ہیلو۔ میں ابھی پہنچ رہا ہوں"۔ اسکے چہرے کا رنگ یکدم بدلہ تھا۔ ہاتھ کانپ گئے تھے۔ وہ بیڈ سے اتر گیا مگر دو قدم پر ہی لڑکھڑا گیا۔ وہ تیزی سے اسکی طرف لپکی۔

"کیا ہوا ہے ؟"

"ڈیڈی کو ہارٹ اٹیک ہوا ہے مجھے ہاسپٹل جانا ہے"۔ وہ آہستہ سے بول کر باہر کی طرف گیا تو وہ پیچھے آئی۔

"آپ گاڑی کیسے چلائیں گے۔میں چلتی ہوں ساتھ"۔اسکے منع کرنے کے باوجود وہ اسکے ساتھ آگئی تھی۔عفان کو پریشان دیکھ کر وہ اسکے ساتھ ہی کھڑی اسے تسلیاں دے رہی تھی۔ بسمل اپنی ماں کے ساتھ لگی روئے جارہی تھی۔بہروز،شہروز فرمان سب پریشان تھے۔زمر تو سرخ آنکھیں لئے آئی سی یو کے باہر کھڑا تھا۔

ملیحہ نے بسمل سے کہہ کر عیشہ کو بلوایا تھا۔وہ بہت حیران ہوئی کہ آج پہلی دفعہ انہوں نے اسے بلایا تھا۔وہ منع کرنا چاہتی تھی مگر حالات کے پیش نظر انکی پاس چلی آئی۔وہ انکے پاس گئی تو انہوں نے بسمل کو وہاں سے بھیج دیا۔

"تم شائستہ اور ضمیر کی بیٹی ہو میں جانتی ہوں کہ تم انہیں بددعا نہیں دو گی۔پلیز انکے لئے دعا کردو کہ وہ ٹھیک ہو جائیں"۔وہ خاموشی سے انکی شکل دیکھتی رہی۔انکے لہجے میں شرمندگی تھی,امید تھی کہ وہ انکار نہیں کرے گی۔نہ چاہتے ہوئے بھی اس نے ہاں میں سر ہلا دیا۔ پھر اس نے نماز کے بعد انکے لئے دعا بھی کی۔ضمیر حسین کی بیٹی تھی ہاں کر بیٹھی تھی تو مکر کیسے جاتی۔دعا سن لی گئی تھی۔شمشیر حسین ایک ہفتہ ہاسپٹل میں رہے تھے۔انکے گھر آنے تک عفان ہاسپٹل سے گھر کے چکر لگاتا رہا تھا۔وہ ہاسپٹل دوبارہ نہیں گئی تھی۔اپنی جاب کے باوجود وہ کھانا گھر سے ہی بنا کر بھیجتی تھی۔اسکا گھر ہاسپٹل کے پاس تھا سو وہ سب بھی وہیں رہ رہے تھے۔وہ خاموشی سے سب کے کام کیا کرتی تھی اور وہ سب اس سے شرمندہ ہوتے رہتے تھے۔عفان اور بہروز رات ہاسپٹل میں رکتے تھے۔دن میں زمر اور فرمان ہوتے تھے۔شہروز اپنی شفٹ کے حساب سے وہیں ہوتا تھا۔بسمل اور اماں بھی دن بھر وہیں رہتے

تھے۔ملیحہ بس سونے کے لئے گھر آتی تھیں۔اس میں بھی وہ عیشہ سے نظریں نہیں ملا پاتی تھیں۔

آج ایک ہفتے بعد وہ رات کو گھر آیا تھا۔سب لوگ جا چکے تھے۔وہ کھانا لیکر کمرے میں آئی تو وہ شہروز سے ڈیڈی کی خیریت پوچھ رہا تھا۔کال سے فری ہو کر وہ عیشہ کی طرف آیا جو کھانا سجائے اسی کا انتظار کر رہی تھی۔

"تم نے کھانا نہیں کھایا"۔

"نہیں"۔عفان کا کھانا کھانے کا دل نہیں چاہ رہا تھا مگر اسکا سوچ کر کھانے کے لئے بیٹھ گیا۔ اپنے سامنے سالن نکالے وہ بے دلی سے ایک ہی لقمہ منہ میں گھمائے جا رہا تھا۔عیشہ نے ایک نوالہ بنا کر اسکے سامنے کیا تو اس نے چونک کر اسے دیکھا۔

"کھائیں"۔اس کے نرمی سے کہنے پر عفان نے لقمہ منہ میں ڈلوا لیا۔عیشہ نے زبردستی اسے آدھی روٹی کھلائی تھی۔اس ایک ہفتے میں اسکی صحت بہت متاثر ہوئی تھی۔

وہ بیڈ پر نیم دراز تھا جب وہ کاموں سے فارغ ہو کر وہاں آئی۔اسے دیکھ کر عیشہ کو احساس ندامت ہوا تھا۔وہ جانتی تھی کہ وہ اپنے ڈیڈی کی وجہ سے پریشان ہے اور صرف اسی کی وجہ سے وہاں آیا تھا۔وہ اسکے پہلو میں جا کر لیٹ گئی۔کافی دیر گزرنے کے بعد اس نے عفان کا بازو سیدھا کیا اور اسکے کندھے پر سر رکھ کر لیٹ گئی۔

"کیا بات پریشان کر رہی ہے؟" وہ جانتا تھا کہ جب وہ ڈری ہوئی ہوتی تھی یا پریشان ہوتی تھی تب یہی کیا کرتی تھی۔ سو وہ پوچھ بیٹھا۔

"ایک بات پوچھوں"۔ اجازت ملنے پر وہ کچھ سوچ کر بولی۔ "آپ کے گھر میں وہ کمرہ آپکا ہے جس میں ہم رکے تھے؟" اس کے سوال پر عفان نے حیرت سے اسے دیکھا جو چھت کو گھور رہی تھی۔ اسکا چہرہ کسی بھی تاثر سے پاک تھا۔

"نہیں وہ سٹڈی روم تھا ہمارا۔ گھر سے زرا الگ ہے نا اسلئے۔ جب ہم بڑے ہو گئے تو اماں نے بیڈ روم بنا دیا تھا۔ تم کیوں پوچھ رہی ہو؟" یہ پہلی دفعہ تھا جب وہ اس سے اسکے گھر کے متعلق پوچھ رہی تھی۔ ورنہ تو وہ کوئی بات ہی نہیں کرتی تھی۔ عفان کبھی بات کر بھی لیتا تو وہ خاموش ہی رہتی تھی۔ اس لئے وہ حیرت زدہ تھا۔ مگر اسکی اگلی بات نے تو اسے جھٹکے سے اٹھ کر بٹھا دیا۔

"ہم وہاں رہ سکتے ہیں؟"

"کیا مطلب؟" وہ بے یقینی سے اسے دیکھ رہا تھا جو اب بھی بے تاثر چہرہ لئے لیٹی تھی۔

"ہم وہیں چلتے ہیں۔ وہیں رہیں گے۔ اسی روم میں"۔

"ایسا کیوں کہہ رہی ہو؟" عفان نے اسکا ہاتھ تھامتے ہوئے کہا۔

"میں آپ کو ایسے پریشان نہیں دیکھ سکتی۔ آپ وہاں اپنے ڈیڈی کے پاس رہیں گے تو آپ کو کوئی پریشانی نہیں ہو گی"۔ عفان کی گود میں سر رکھتے ہوئے وہ آنکھیں موندے بولی۔ وہ جانتا تھا کہ یہ سب وہ اس کے لئے کر رہی ہے۔ اس نے جھک کر اپنی پیاری بیوی کا ماتھا چوم لیا۔

"میں ٹھیک ہوں"۔

"نظر آ رہا ہے مجھے"۔وہ خفگی سے بولی تو وہ مسکرا دیا۔

"تم وہاں نہیں رہ سکو گی"۔عفان اسکے بال سہلاتے ہوئے نرمی سے بولا۔

"ہو سکتا ہے۔میں نے بہت سمجھایا ہے خود کو۔اگر پھر بھی نہیں رہ سکی تو آپ سمجھا دیجئے گا مجھے۔ورنہ یہ گھر تو ہے نا"۔وہ بے بسی سے اتنا ہی کہہ سکی۔

"کیوں کر رہی ہو یہ سب؟"عفان اسکے دل کی حالت سمجھ سکتا تھا اس لئے پوچھ بیٹھا۔

"آپ کے لئے"۔وہ آسودگی سے مسکرا دی۔

"میرے لئے؟"وہ شوخی سے بولا۔

"نہیں اپنی محبت کے لئے"۔کہہ کر اس نے آنکھیں موند لیں۔یہ پہلی دفعہ تھا جب اس نے اظہار کیا تھا۔عفان کے چہرے پر تبسم بکھر گئی۔جھک کر اسکی پیشانی چوم لی۔

"تھینکس"۔

"اسکی جگہ میری پیکنگ میں ہیلپ کروا دیجئے گا"۔وہ ہنوز آنکھیں موندے بولی تو اس نے اسے اپنی اندر بھینچ لیا پھر شرارت سے بولا۔

"کافی دن ہو گئے ہیں حسن کو خراج تحسین پیش کئے ہوئے"۔اسکی بات پر وہ اس سے دور ہونے لگی ہی تھی کہ وہ قہقہہ لگا کر اسکے سارے راستے روک گیا۔

New Era Magazine

وہ لوگ حسین مینشن میں شفٹ ہو گئے تھے۔ سب لوگ خوش تھے۔ وہ یونیورسٹی کے بعد زیادہ تر وقت اپنے روم میں ہی گزارتی تھی۔ یہ روم باقی رومز سے الگ تھا سو اس نے یہ چنا تھا۔ عفان نے اسکی خاطر اپنا روم چھوڑ دیا تھا کہ وہ اس کی خاطر اتنا سب کر رہی تھی۔
سب کام نوکروں کے ذمے تھا سو فارغ وقت میں وہ کمرے میں ہی بند رہتی تھی۔ زمر, بسمل, فرمان اور شہروز شام کو اسکے پاس آجاتے تھے۔ عفان کے آنے تک وہ اسے کمپنی دیتے تھے۔ بہروز سے وہاں آکر اسکا سامنا نہیں ہوا تھا۔

اسے وہاں ائے تقریباً ایک ماہ ہو گیا تھا۔ شمشیر حسین اور ملیحہ سے سامنا صرف کھانے کے وقت ہوتا تھا جس میں وہ سر جھکائے انہیں نظر انداز کرتی تھی۔ اسکا یہ رویہ ان دونوں کو تکلیف دیتا تھا مگر مجبور تھے۔
آج وہ یونیورسٹی نہیں گئی تھی۔ اس کی طبیعت بہت خراب تھی۔ بارہ بجے تک وہ بستر میں ہی پڑی رہی۔ پھر فریش ہو کر نیچے آگئی۔ گھر میں شاید کوئی بھی نہیں تھا سو شکر ادا کرتے وہ کچن میں آگئی۔
"ناشتہ لگا دوں بی بی جی"۔ ملازمہ نے اسے دیکھتے ہی مودبانہ انداز میں پوچھا۔
"نہیں مجھے پلیز جوس بنا دو"۔
"جی ابھی لائی"۔ تھوڑی ہی دیر میں ملازمہ اسکے لئے جوس لیکر آئی۔ اسے ٹیبل پر سر ٹکائے بیٹھے دیکھ کر ملازمہ نے اسکے کندھے کو چھوتے ہوئے پوچھا۔

"آپ کی طبیعت تو ٹھیک ہے نابی بی جی؟"

"پتا نہیں"۔وہ جو خود اپنی حالت سمجھ نہیں پارہی تھی صرف اتنا ہی کہہ سکی۔اس نے ابھی دوسرا گھونٹ ہی پیا تھا کہ اسے ابکائی آ گئی۔وہ تیزی سے گیسٹ روم کی طرف گئی۔ابھی وہ منہ دھو کر مڑی ہی تھی کہ چکرا کر گر گئی۔

"بی بی جی۔۔۔کیا ہوا بی بی جی۔۔۔بیگم صاحبہ۔۔۔بیگم صاحبہ۔ملازمہ جو اسکے پیچھے ہی ائی تھی اسے گرتا دیکھ کر فوراً اسکے پاس آئی۔اسکے چلانے کی آواز سن کر ملیحہ اس طرف آئیں۔

"کیوں چلا۔۔۔کیا ہوا ہے اسے"۔وہ اسے دیکھ کر پریشانی سے بولیں۔

"پتا نہیں جی۔ایک دم سے بے ہوش ہو گئیں"۔

"بہروز اپنے روم میں ہے اسے بلا کر لاو"۔ملیحہ تیزی سے بولتے ہوئے اسکے ہاتھ پاوں سہلانے لگیں۔

"عیشہ۔آنکھیں کھولو عیشہ"۔

"کیا ہوا ہے؟"بہروز جو ملازمہ کے بلانے پر بھاگا ہوا آیا تھا عیشہ کو بے ہوش دیکھ کر خود بھی پریشان ہو گیا۔

"ہاسپٹل جانا ہے۔اسے اٹھاو۔میں گاڑی نکلواتی ہوں"۔ملیحہ اسے کہتیں تیزی سے باہر نکل گئیں۔

"وقاص"۔جیسے ہی اس نے عیشہ کو اٹھایا اس کی ہلکی سے آواز اسکی سماعت سے ٹکرائی۔

عیشہ کے معائنے کے بعد ڈاکٹر نے انہیں خوشخبری سنائی تھی۔خوشی سے باہر نکلتے ہوئے ملیحہ روری تھیں۔بہروز کو دیکھتے ہی وہ اسکے گلے لگ گئیں۔

"کیا ہوا ہے؟بھابھی ٹھیک تو ہیں نا؟"بہروز نے پریشانی سے پوچھا۔

"سب ٹھیک ہے۔تم چاچو بننے والے ہو"۔مارے خوشی کے ان کی آواز کانپ رہی تھی۔

"سچ۔اوہ مائی گاڈ۔میں بھائی کو بتاتا ہوں"۔بہروز خوشی سے عفان کو کال ملانے لگا جب انہوں نے روک دیا۔

"ابھی نہیں۔آج اسکی کوئی اہم میٹنگ ہے۔شام کو آئے گا تو سرپرائز دیں گے۔ابھی اپنی بھابھی کے لئے کچھ کھانے کو لاو"۔وہ سر ہلاتا باہر چلا گیا۔

عیشہ کو ہوش آیا تو کمرے میں بہروز تھا۔اسے اٹھتا دیکھ کر وہ سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔

"ٹھیک ہیں آپ؟"وہ اٹھ کر بیڈ کے قریب آیا تو وہ بنا جواب دیئے بیڈ سے اتر گئی۔اسکی آنکھوں میں ایسا کچھ تھا کہ بہروز شرمندہ ہو گیا۔شروع دن سے اسکا رویہ عیشہ کے ساتھ برا ہی تھا۔اب اسکی آنکھوں میں خوف اور غصہ دیکھ کر اسکا دل کانپ اٹھا۔

"اماں ابھی آجاتیں ہیں۔آپ بیٹھ جائیں"۔بہروز اسکے ردعمل پر سچ میں شرمندہ ہو گیا تھا۔کہنے کو وہ اسکی بھابھی تھی مگر اس نے کبھی اسے وہ مان نہیں دیا تھا۔

"کچھ کھالیں۔آپ نے صبح سے کچھ نہیں کھایا"۔اس نے آگے بڑھ کر فروٹ باسکٹ اسکے سامنے رکھ دی۔

"عفان کو بلادو پلیز"۔وہ اپنا سر ہاتھوں میں گرائے بیٹھی تھی۔اسے چکر آرہے تھے۔

"کیا ہوا بیٹا؟" اندر آتی ملیحہ اسکی طرف بڑھیں تو وہ پیچھے کو ہو گئی۔ اسکے اس رد عمل سے ان کے دل پر گھونسا لگا تھا مگر کہہ کچھ نہیں سکتی تھیں کہ اپنا بویا اب کاٹنا پڑ رہا تھا تو تکلیف کا احساس ہوا تھا۔ سویا ہوا ضمیر کچو کے لگا رہا تھا۔

"ڈاکٹر کو بلا کر لاو"۔ خود کو سنبھالتے ہوئے انہوں نے بہروز کو کہا جسے عیشہ کی یہ حرکت ناگوار گزری تھی۔

"جسکی فکر میں گھلی جا رہی ہیں اسے آپکے جزبات کی کوئی فکر نہیں ہے"۔ غصے سے اسکی آواز اونچی ہو گئی تھی۔ عیشہ نے سر نہیں اٹھایا۔ اس وقت وہ اسکے منہ نہیں لگنا چاہتی تھی۔

"اچھا بس۔ جاو ڈاکٹر کو بلا کر لاو"۔ اماں کے اس طرح سرزنش کرنے پر وہ باہر چلا گیا۔ ڈاکٹر نے اسکا معائنہ کیا۔ اماں کو کچھ ہدایات دیں اور چلی گئی۔

"تم نے صبح سے کچھ نہیں کھایا اس لئے چکر آرہے ہیں۔ تھوڑا سا کچھ کھا لو پھر گھر چلتے ہیں"۔ ان کے سمجھانے اور ڈاکٹر کی بات کا اثر تھا کہ اس نے ایک سیب کھا لیا۔ واپسی پر بہروز ڈرائیو کر رہا تھا جبکہ اماں اسکے ساتھ پیچھے بیٹھی تھیں۔ وہ سیٹ کی پشت سے سر ٹکائے باہر دیکھ رہی تھی۔ گاڑی سی این جی اسٹیشن پر رکی تو بہروز گاڑی سے اتر گیا۔

"تم مجھے معاف نہیں کر سکتیں"۔ اس نے ملیحہ کی آواز سنی جو شاید رو رہی تھیں۔

"آپ میری ماں کو معاف نہیں کر سکتی تھیں"۔ عیشہ کا لہجہ کسی بھی تاثر سے خالی تھا۔

New Era Magazine

"میں گنہگار ہوں۔اس وقت میں سائیکی ہو گئی تھی۔کچھ سمجھ نہیں آیا تھا۔پلیز مجھے معاف کر دو"۔اب وہ اسکا ہاتھ تھامے کہہ رہی تھیں۔

"میں کچھ بھی نہیں بھول سکتی۔میرے باپ کا مردہ وجود نہ اپنی ماں کی تڑپ۔میری گود میں میری ماں کا سر تھا۔میں انکا چہرہ تھامے انہیں پکار رہی تھی اور وہ آپکو پکار رہی تھیں۔مرنے سے پہلے جب میں ان سے ملی تب انہوں نے سب سے پہلا سوال ہی یہ کیا تھا کہ آپ آئیں ہیں ان سے ملنے"۔باہر دیکھتے وہ نم آنکھوں سے بولی تھی۔ملیحہ کے آنسوؤں اور دکھوں میں اضافہ ہو گیا۔

"میں نے بہت بڑا ظلم کر دیا ہے"۔وہ صرف اتنا ہی کہہ سکیں۔بہروز نے گاڑی میں بیٹھتے ہوئے اپنی ماں کے چہرے کو دیکھا جس سے ظاہر تھا کہ وہ روئی ہیں۔عیشہ کو تنفر سے دیکھتے ہوئے اس نے گاڑی چلا دی۔

عفان رات کو دیر سے آیا تھا۔عیشہ اور اماں کو وہ ٹیکسٹ کر کے بتا چکا تھا کہ وہ لیٹ ہو جائے گا۔جب گھر پہنچا تو سب کھانے کی ٹیبل پر ہی موجود تھے۔

"عفان کھانا کھا لو بیٹا"۔اماں نے اسے بہت پیار سے بلایا تو وہ انکے پاس چلا آیا۔انکا ماتھا چوم کر بولا

"میں فریش ہو کر آتا ہوں"۔

"بھئی شیروں کے منہ کس نے دھوئے ہیں۔بیٹھ جاو"۔ڈیڈی اسے خلاف توقع بہت خوش نظر آرہے تھے سو اسے بیٹھنا ہی پڑا۔

"بے فکر رہیں آپکی بیوی کو کھانا کھلا دیا ہے"۔اسکے بیٹھتے ہی بسمل نے اسے چھیڑا۔وہ جو واقعی اسکا سوچ رہا تھا بسمل کو گھور کر رہ گیا۔

"کیا میں جان سکتا ہوں کہ یہ کپل آج اتنا خوش کیوں ہے؟"فرمان کے اپنی ماں اور باپ کو چھیڑنے پر عفان نے پلیٹ سے سر اٹھا کر انہیں دیکھا جو واقعی بہت خوش نظر آرہی تھے۔

"میاں بات ہی کچھ ایسی ہے"۔ڈیڈی نے ہنس کر کہا۔

"ہمیں بھی بتائیں نا"۔فرمان کے اشتیاق پر وہ ہنس دیئے۔

"تو بات کچھ یوں ہے کہ تم دونوں جو آج تک اپنے چھوٹے ہونے کی مراعات لیتے آرہے ہو اب تمہاری جگہ کسی اور نے لے لی ہے"۔ڈیڈ کی بات ختم ہونے سے پہلے ہی زمر خوشی سے بول اٹھا۔

"یعنی میرا بھائی آنے والا ہے"۔جس پر شہروز کو پھندا پڑ گیا جبکہ عفان اور بسمل اور فرمان اپنی ماں کو دیکھنے لگے۔انہوں نے زمر کو ایک دھپ رسید کی۔

"عقل نام کی کوئی چیز ہے کہ نہیں؟"وہ خفگی سے بولیں۔

"برخودار تم چاچا اور ہم دادا بننے والے ہیں"۔ڈیڈی نے خوشی سے کہا۔اب پھندا لگنے کی باری عفان کی تھی۔شہروز نے مسکراتے ہوئے پانی کا گلاس اسے تھما دیا۔

"مبارک ہو بھائی"۔ شہروز اسکے گلے میں بانہیں ڈالے بولا تو وہ خوشی سے سرخ پڑ گیا۔ سب سے مبارک باد موصول کر کے وہ اپنے کمرے کی طرف بڑھا تو اماں اسکے پاس آئیں۔

"اسے ابھی نہیں پتا۔ یہ میڈیسنز اور اسکی پرسکرپشن ہے اسے کھلا دینا۔ میں بہت خوش ہوں"۔ بیٹے کا ماتھا چومتے وہ بہت خوش لگ رہی تھیں۔ وہ اندر آیا تو وہ سو رہی تھی۔ وہ فریش ہو کر اسکے سرہانے آ بیٹھا۔ اسنے جھک کر اسکے ماتھے پر پیار کیا تو وہ اٹھ گئی۔

"آپ کب آئے؟" آنکھیں مسلتی وہ بیٹھ گئی۔

"جب تم سو رہی تھیں"۔ وہ اسکے چہرے کو نظروں کے حصار میں لیتے بولا۔

"مجھے اٹھا دیتے"۔

"ایسے کیا دیکھ رہے ہیں؟" اس نے حیرت سے پوچھا۔ جواباً اس نے دوبارہ اسکے ماتھے کو چھوا۔

"آج بہت پیار آ رہا ہے"۔ عیشہ نے اسکی طرف بڑھ کر اسکے سینے پر سر رکھ دیا۔

"تم نے خوشخبری ہی ایسی دی ہے"۔ اسے خود سے لگائے وہ مسرت سے بولا۔

"کیا مطلب؟" ناسمجھی سے اس نے سر اٹھایا۔

"ہم ماما بابا بننے والے ہیں"۔ اسکے جواب پر اس نے عفان کو دیکھا جس کی نظروں میں محبت ہی محبت تھی۔ ان نظروں کی تپش کی تاب نہ لاتے ہوئے اس نے عفان کے سینے میں منہ دے دیا۔

New Era Magazine

"آپ کو کس نے کہا ہے؟"

"اماں نے"۔ اس نے سرگوشی کے انداز میں کہتے ہوئے اسکے کان کو چوم لیا۔

"آئی لو یو"۔ عفان کی وارفتگیاں دیکھتے ہوئے وہ مزید اس میں سمٹ گئی۔

عفان سے لیکر فرمان تک سب اسکا خیال رکھ رہے تھے۔ اسکی خوراک میڈیسن واک ہر چیز کا خیال رکھا جارہا تھا۔ کبھی کبھی تو وہ زچ ہو کر رہ جاتی تھی۔

اماں نے اسکے لئے بہت ساری چیزیں بنائی تھیں۔ اندر ہی اندر انہیں ڈر تھا کہ وہ کھانے سے منع ہی نہ کر دے۔ وہ سب کے ساتھ لان میں بیٹھی تھی جب اماں اسکے لئے پنجیری بنا کر لائیں۔ عفان ان سے فاصلے پر کال سن رہا تھا۔

"یہ میں نے بنائی تھی۔ اگر پسند نہ ہو تو مت کھانا"۔ سب کے سامنے وہ یہ نہ کہہ سکیں کہ میرے ہاتھ کی بنی چیز کھانا پسند نہ ہو تو بے شک مت کھانا۔ اس نے ہاتھ بڑھا کر پلیٹ لے لی۔ وہ جانتی تھی کہ ان کی طبیعت خراب رہتی تھی اسکے باوجود وہ صبح سے کچن میں گھسی ہوئی تھیں۔ ویسے بھی یہ سب وہ اس بچے کے لئے کر رہی تھیں۔

"اگر میں کچھ اور بھی بناوں تو کھالو گی؟" انہوں نے ایک آس سے پوچھا۔ بہروز اسے چبھتی نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ عفان بھی اسی کو دیکھ رہا تھا۔ اس نے سرہاں میں ہلا دیا۔ اماں نے آگے بڑھ کر اسکا ماتھا چوم لیا۔ اسکی آنکھوں کے کنارے بھیگ گئے تھے۔ عیشہ نے انہیں چھپانے کے لئے سر جھکا لیا مگر اسکی یہ حرکت بہروز اور عفان سے چھپ نہ سکی۔

"تمہیں میری وجہ سے بہت کچھ برداشت کرنا پڑتا ہے نا؟" عفان نے اسکے پاس بیٹھتے ہوئی سرگوشی کی۔

"ان میں سے مجھے اپنی ماں کی خوشبو آتی ہے"۔ وہ نظریں جھکائے بولی تو عفان کو اسکے چہرے پر اذیت نظر آئی۔ بہروز جو وہاں سے گزر رہا تھا اسکی بات پر ٹھٹھک گیا۔

"نہیں کھانا تو مت کھاو"۔ عفان نے اسکے ہاتھ سے پلیٹ لینی چاہی تو اس نے روک دیا۔

"یہ میرے لئے نہیں آپکے بچے کے لئے ہے۔ کھالوں گی"۔ سامنے دیکھتے ہوئے اس نے ایک چمچ منہ میں ڈال لیا۔ بہروز اسکی باتوں کو سمجھ نہیں پا رہا تھا۔

"کیا ہو گیا ہے ملیحہ رو کیوں رہی ہیں؟" شمشیر حسین اپنی بیوی کے پاس بیٹھے انہیں چپ کروا رہے تھے۔

"مجھے اس کی نظروں میں اپنے لئے نفرت برداشت نہیں ہوتی۔ وہ کسی سے کچھ نہیں کہتی۔ عفان کو بھی اس نے کچھ نہیں بتایا مگر اسکی نظریں سب کہتی ہیں"۔ روتے ہوئے انہوں نے شمشیر حسین کے کندھے پر سر رکھ دیا۔

"عفان کی خاطر وہ یہاں رہ رہی ہے۔ اپنے بچے کی خاطر وہ مجھے اپنے پاس رہنے دیتی ہے مگر میں اسکا رویہ برداشت نہیں کر پا رہی ہوں۔ اسے مجھ سے ویسی ہی نفرت ہے۔ میں یہ برداشت نہیں کر سکتی۔ آپ اسے سمجھائیں نا"۔ وہ سسکتی ہوئی ان سے فرمائش کر رہی تھیں۔

"میں کیسے سمجھاوں۔ مجھے دیکھ کر تو وہ نگاہیں ہی پھیر لیتی ہے۔ تمہیں وہ دیکھتی تو ہے مجھے تو وہ دیکھتی ہی نہیں ہے۔ یہ اذیت مجھے بھی تکلیف دیتی ہے"۔ شمشیر حسین جو ابھی بیوی کو چپ کروا رہے تھے خود بھی رو دیئے۔ اتنے سالوں بعد بیماری نے جب ضمیر کی عدالت میں لا کھڑا کیا تو پچھتاوے قسمت میں لکھ دیئے گئے۔ انہیں دل کا عارضہ تھا جبکہ ملیحہ کینسر کا شکار تھیں۔ دونوں کو اپنے کئے کی سزا مل رہی تھی۔ اب ان کے پاس سوائے پچھتاوے کہ کچھ نہ تھا۔ ان دونوں کے آنسو باہر کھڑے بہروز کے دل پر گر رہے تھے۔

وہ کمرے میں بیٹھی میگزین دیکھ رہی تھی جب بہروز غصے میں اندر داخل ہوا۔ اس نے ایک جھٹکے سے اسے اٹھا کر اپنے سامنے کھڑا کر لیا۔

"کیا سمجھتی ہو خود کو؟ کیوں ہمارے گھر آئی ہو؟ کیا چاہتی ہو؟" اسکے بازو تھامے وہ درشتی سے بولا تھا۔

"میرے بھائی کو بے وقوف بنا رکھا ہے جسے اپنے ماں باپ کا دکھ نظر نہیں آتا۔ تمہاری وجہ سے وہ روتے رہتے ہیں۔ شمشیر حسین تمہاری وجہ سے روتا ہے۔ وہ شمشیر حسین جس نے کبھی رونا نہیں سیکھا تھا آج میں نے اسے تمہاری وجہ سے روتے دیکھا ہے۔ کیا کیا ہے تم نے جو وہ دونوں اتنے دکھی ہیں"۔ وہ چلا رہا تھا۔ اسکے بازووں کو جھٹکے دے رہا تھا۔ وہ تکلیف سے کراہ رہی تھی مگر وہ سن ہی نہیں رہا تھا۔

"کیا کیا ہے تم نے؟ ایسا کیا ہوا ہے؟ جواب دو"۔ وہ اسکا گلا دبائے پوچھ رہا تھا۔ عیشہ کا چہرہ سرخ پڑ گیا تھا۔ آنکھوں سے پانی بہہ رہا تھا۔ وہ اسکا ہاتھ ہٹانے کی کوشش کر رہی تھی مگر اسکی گرفت مضبوط تھی۔ اسے خود سے زیادہ اپنے بچے کی فکر ہو رہی تھی۔ ابھی تو ساتواں ماہ تھا۔ اسے سب ختم ہوتا نظر آیا۔

"اگر اب تمہاری وجہ سے میرے ماں باپ روئے تو میں تمہیں اور تمہارے بچے کو جان سے مار دونگا"۔ اسے بیڈ کی طرف دھکیل کر وہ باہر نکل گیا۔ عیشہ کی چیخیں گھر سے نکلنے تک اس نے سنی تھیں۔

بیڈ پر گرنے کی وجہ سے اسے تکلیف ہوئی تھی۔ تکلیف اتنی زیادہ تھی کہ وہ برداشت نہیں کر پا رہی تھی۔ اسکی چیخیں سن کر شمشیر حسین اور ملیحہ اس طرف آئے تھے۔ بہروز کو وہاں سے نکلتے دیکھ کر دونوں کے دل کانپ اٹھے تھے۔ کافی دن پہلے ہوٹل میں کہے گئے عیشہ کے الفاظ شمشیر حسین کی سماعت سے ٹکرائے تھے۔ وہ اندر پڑی تڑپ رہی تھی۔ شمشیر حسین ہی اسے اٹھا کر گاڑی تک لائے تھے۔

اسکی پریگنینسی کو سات ماہ ہی ہوئے تھے مگر اس ایکسیڈنٹ کی وجہ سے اسکی ڈلیوری جلد کروانی پڑی۔ سب جمع تھے سوائے بہروز کے۔ شہروز نے اماں اور ڈیڈی کی باتیں سن لی تھیں سو وہ جانتا تھا کہ یہ سب اسی کی وجہ سے ہوا ہے۔ حالات کے پیش نظر وہ خاموش تھا۔ وہ جانتا تھا کہ عفان عیشہ اور اپنے بچے کو لیکر کتنا حساس تھا۔ اسی نے اماں اور ڈیڈی کو فی الحال خاموش

رہنے کو کہا تھا۔عیشہ کی بیٹی ہوئی تھی۔وہ ابھی آپریشن تھیٹر میں ہی تھی۔بچی کو انکیوبیٹر میں رکھا گیا تھا کیونکہ وہ بہت ویک تھی۔

عیشہ کو روم میں لایا گیا تو وہ بے ہوش تھی۔عفان اسکا ہاتھ تھامے بیٹھا تھا۔اماں نے شمشیر حسین سمیت سب کو گھر بھیج دیا تھا۔

بہروز گھر لوٹا تو گھر میں کوئی نہیں تھا۔ملازم سے پوچھنے پر پتا چلا کہ عیشہ کی طبیعت خراب ہو گئی تھی اسلئے سب ہاسپٹل ہیں۔کچھ سوچ کر وہ باہر نکل ہی رہا تھا کہ گاڑی میں سب کو اندر آتے دیکھا۔ڈیڈی اسے تاسف سے دیکھ کر اندر چلے گئے جبکہ بسمل,زمر اور فرمان چھوٹی سی گڑیا کے بارے میں بتانے لگے۔زمر تو اسکی پکس دکھائے جا رہا تھا جبکہ شہروز اسے تیکھی نظروں سے دیکھ رہا تھا۔

"اندر جاؤ تم سب مجھے بہروز سے کچھ کام ہے"۔شہروز کے کہنے پر وہ اندر چلے گئے۔شہروز اسکا ہاتھ تھامے عفان اور عیشہ کے کمرے میں لے آیا۔

"کیا ہوا ہے؟یہ کیا کر رہے ہو؟"وہ اپنا ہاتھ چھڑاتا چیخا تھا۔

"مجھے سب علم ہے اسلئے مجھ سے تو یہ ہرگز مت کہو کہ کیا ہوا ہے؟"وہ تنفر سے بولا تو بہروز ہکا بکا رہ گیا۔

" کبھی سوچا ہے کہ تمہاری وجہ سے اگر آج ان دونوں میں سے کسی کو کچھ ہو جاتا تو عفان بھائی کا کیا ہوتا؟"شہروز دبی آواز میں چیخا تو وہ با آواز بلند چلایا تھا۔

"اسکی وجہ سے اماں اور ڈیڈی جس تکلیف میں ہیں اسکا کیا؟"

"وہ اپنے اعمال کی سزا بھگت رہے ہیں"۔ درشتی سے کہتا وہ الماری میں کچھ ڈھونڈنے لگا۔

بہت کوششوں کے بعد اسے وہ ڈائری مل ہی گئی۔

"یہ لو۔پڑھو اسے کہ کون کس کی وجہ سے کس حالت میں ہے"۔ درشتی سے کہتا شہروز اپنے پیچھے ایک دھماکے سے دروازہ بند کر کے چلا گیا۔

بہروز نے ڈائری کھول لی۔ جیسے جیسے وہ پڑھتا جارہا تھا آنکھیں بھیگتی جارہی تھیں۔ آنسو ڈائری کو بھگورہے تھے۔ کتنی ہی دیر وہ ڈائری گود میں لئے روتا رہا۔اپنے الفاظ یاد کر تا رہا جو اس نے عیشہ کے لئے استعمال کئے تھے۔

"تم نے ٹھیک کہا تھا میں واقعی میں شمشیر حسین کا بیٹا ہوں"۔روتے ہوئے اس نے ڈائری بند کی اور کمرے سے باہر نکل گیا۔

عیشہ کو ہوش آیا تو سامنے عفان کو پایا۔

"عفان بے بی"۔وہ کمرے میں ادھر ادھر دیکھتے ہوئے بہت بے چینی سے بولی۔

"جان اب میں بے بی نہیں بابا بن گیا ہوں"۔اسکے شرارت سے کہنے پر وہ جھینپ گئی۔

"ٹھیک ہے وہ"۔اس نے اسے سہارا دیکر بیٹھایا۔

"کہاں ہے؟"

"نرسری میں ہے۔بالکل ٹھیک ہے"۔عفان نے اسے پیار سے سمجھایا۔

"عیشہ یہ سب کیسے ہوا تھا؟"عفان کے سوال پر اس نے نظریں چرا لیں۔

"شاید چکر آ گیا تھا تو میں گر گئی"۔اسکا جواب باہر کھڑے بہروز نے بھی سنا تھا۔وہ بس عیشہ کو دیکھتا رہا۔وہ جانتی تھی کہ سچ جان کر عفان کا ردعمل شدید ہو گا۔اسلئے خاموشی ہی بہتر تھی۔

"عفان مجھے ہماری بیٹی دیکھنی ہے"۔اسکے کچھ بھی بولنے سے پہلے وہ بول پڑی۔

"میں ڈاکٹر سے پوچھ کر لاتا ہوں"۔

وہ گھر آ گئی تھی۔بہروز نہ اس سے ملنے آیا تھا نہ ہی اپنی بھتیجی کو دیکھنے۔شہروز نے عفان سے جھوٹ بولا تھا کہ وہ روز اس ننھی گڑیا کو دیکھنے آتا ہے۔عفان جانتا تھا کہ وہ اماں اور ڈیڈی کے ساتھ عیشہ کے سلوک کی وجہ سے خائف رہتا ہے مگر اسکی خاطر ایک بار تو اسے عیشہ سے ملنا چاہیئے تھا۔

عیشہ کو گھر آئے تیسرا دن تھا۔اپنی الماری ٹھیک کرتے اسے ڈائری کا خیال آیا تھا جو اسکی جگہ پر نہیں تھی۔بہت ڈھونڈنے کے بعد بھی وہ نہ ملی تو مجبوراً عفان سے پوچھنا پڑا۔

"عفان میری ایک ڈائری تھی۔یہاں رکھی تھی اب نہیں ہے"۔

"کونسی ڈائری؟"عفان جو اپنی پری کے ساتھ کھیل رہا تھا اس نے لاعلمی کا اظہار کیا۔

"تھی ایک۔یہیں رکھی تھی اب نہیں ہے"۔وہ بے چینی سے بولی کہ نہیں چاہتی تھی کہ کوئی اسے پڑھے۔

"یار کہاں جائے گی یہیں ہو گی"۔عفان نے نارمل انداز میں کہا۔فکر مند تو وہ بھی ہو گیا تھا۔

"نہیں ہے نا"۔ وہ کسی کو مل گئی تو۔ وہ سوچ کر پریشان ہو رہی تھی۔ عفان خود پریشان تھا کہ ڈائری جا کہاں سکتی ہے۔

"یہ دیکھو یہ رہی"۔ عفان کو وہ ڈائری ڈریسنگ ٹیبل کے نیچے ملی۔

"یہاں کیسے آسکتی ہے؟" کہتے ہوئے اس نے ورق پلٹے تو اس پر آنسوؤں کے نشان دیکھ کر حیران رہ گئی۔

"آپ نے پڑھی ہے یہ؟" عیشہ کے سوال پر وہ چونک گیا۔

"نہیں تو"۔ وہ گڑبڑاتے ہوئے بولا۔

"پھر کس نے؟" وہ سوچ کر رہ گئی۔

"عفان"۔ وہ ڈائری ہاتھ میں لئے اسکے پاس ائی تھی۔ اسکا ہاتھ اپنے سر پر رکھ کر بولی۔ "اور کس کس نے پڑھی ہے یہ؟"

"یار کیسی باتیں کر رہی ہو؟" وہ ہاتھ ہٹاتے ہوئے نظریں چرا گیا۔

"میرے سوال کا جواب دیں"۔ عیشہ اسکے سامنے آ کھڑی ہوئی۔

"ہم سب بہن بھائیوں نے سوائے بہروز کے"۔ وہ سر جھکا کر بولا۔

"اسی دن پڑھی ہے نا جس دن سب لوگ ہال میں بیٹھے رو رہے تھے"۔ وہ کچھ سوچ کر بولی تو اس نے ہاں میں سر ہلا دیا۔

"کیا ضرورت تھی ان کو یہ سب بتانے کی؟" وہ خفگی سے بولی۔

"کیوں نہ بتاتا؟ بسمل تمہیں اتنا کچھ کہتی رہی تم نے تو بتانا نہیں تھا مجھے ہی بتانا پڑا۔ اور غلطی ہو گئی جو بہروز کو نہیں بتایا۔ اسکا تمہارے ساتھ رویہ بہت برا ہے۔ میں اس سے خود بات کرونگا"۔ وہ غصے سے بولا۔

"اس نے بھی پڑھ لی ہے"۔ وہ سائیڈ ٹیبل پر ڈائری رکھتے ہوئے بولی تو عفان نے چونک کر اسے دیکھا۔

"کیا مطلب؟"

"خود دیکھ لیں ہر جگہ آنسوؤں کے نشان ہیں"۔ وہ بیڈ پر بیٹھتے ہوئے بولی۔

"اسی لئے وہ تمہارے سامنے نہیں آرہا ہے۔ اور آج اس نے ڈیڈ کو کہا کہ وہ فرور سٹڈیز کے لئے باہر جانا چاہتا ہے"۔ عفان حیرت سے بولا۔

"میری ہی غلطی ہے۔ مجھے اسے پھینک دینا چاہیے تھا"۔ وہ تاسف سے بولی۔

"تمہارے ساتھ اتنا کچھ ہو گیا تھا پھر بھی چاہتی رہیں کہ ہم میں سے کسی کو پتا ہی نہ چلے۔ کیوں؟" عفان اسکے برابر بیٹھتے ہوئے بولا۔

"وہ آپکے ماں باپ ہیں وہ کیسے اپنے ہی بچوں کی نفرت برداشت کرتے۔ آپ نے جب یہ ڈائری پڑھی تھی تب آپکا اپنے پیرینٹس سے بیہیور بہت روڈ ہو گیا تھا۔ میں سمجھ گئی تھی کہ آپ یہ پڑھ چکے ہیں۔ مجھے امید تھی کہ آپ کسی اور کو اس کے بارے میں نہیں بتائیں گے مگر میں غلط تھی"۔

"تمہیں اس سب کے باوجود اماں اور ڈیڈی کا خیال ہے؟" وہ اب بھی حیران تھا۔

"بابا نے کہا تھا کہ وہ جو کچھ کر رہے ہیں ہمارے ساتھ کر رہے ہیں۔ انکے بچوں کو کبھی بھی یہ سب پتا نہیں چلنا چاہیئے۔ ورنہ انکے بھائی اپنے بچوں کی نفرت برداشت نہیں کر سکیں گے"۔ عفان کے کندھے پر سر رکھے وہ اسے بتا رہی تھی۔

" صحیح کہا تھا انہوں نے۔ تم مجھے خود غرض کہہ سکتی ہو کیونکہ اسی لئے میں نے ان سب کو کہا تھا کہ گھر میں ایسے رہیں جیسے کوئی بات نہیں ہوئی۔ مگر بہروز, مجھے اس سے بات کرنی پڑے گی۔ وہ جانے سے پہلے انہیں سب بتا کر جائے گا"۔ عفان کچھ سوچتے ہوئے بولا۔

"اگر آپکو برا نہ لگے تو میں بات کروں بہروز سے؟" اسکی بات پر عفان حیرت سے اسے دیکھنے لگا۔

"وہ پہلے ہی تمہارے ساتھ اتنا غلط کر چکا ہے؟"

"اب نہیں کریگا"۔ وہ یقین سے بولی۔

"جیسے تمہاری مرضی"۔ عفان نے اسے خود سے لگاتے ہوئے کہا۔

بہروز لیپ ٹاپ پر کسی یونیورسٹی کی سائیٹ چیک کر رہا تھا جب ڈور ناک ہوا۔

"اسوقت کون ہو گا"۔ گھڑی پر دیکھتے ہوئے وہ دروازے تک آیا۔ سامنے عیشہ کو پلوشہ کو اٹھائے دیکھا۔

"ہم اندر آسکتے ہیں؟" اس نے آہستہ سے پوچھا تو اس نے دروازے سے ہٹ کر راستہ دیا۔

New Era Magazine

"عفان نے بتایا کہ تم فارن جارہے ہو"۔بنا کسی تمہید کے اس نے بات شروع کی۔بہروز کھڑکی کی طرف منہ کئے کھڑا تھا۔

"میں اب یہاں نہیں رہ سکتا"۔آواز بہت آہستہ تھی مگر عیشہ نے سن لیا تھا۔

"کیوں؟"

"ان لوگوں نے آپکے ساتھ اتنا غلط کیا آپ پھر بھی عفان بھائی کے لئے یہاں آگئیں۔انہی کی وجہ سے یہاں میرے روم میں بیٹھی ہیں حالانکہ میری وجہ سے۔۔۔"

"کچھ نہیں ہوا تمہاری وجہ سے"۔عیشہ نے بات کاٹ دی۔

"آپ کا ظرف بہت بڑا ہے۔میرا اتنا بڑا نہیں ہے کہ سب کچھ بھول جاوں"۔وہ تنفر سے بولا۔

"میرے ساتھ جو ہوا وہ میں نے اللہ پر چھوڑ دیا ہے۔ہاں یہاں تمہارے اماں اور ڈیڈی کے ساتھ رہنا مشکل تھا میرے لئے مگر عفان اور باقی سب کی وجہ سے یہ آسان ہو گیا۔رہی بات بھولنے کی تو میں اگر بھول جاتی تو ان دونوں کو اگنور کرنے کے بجائے ان کے ساتھ مل کر رہتی۔

میرا ظرف اتنا بڑا تو ہے کہ اپنے شوہر اور اپنے بہن بھائیوں کی خاطر ان دونوں کو برداشت کر سکوں مگر اتنا بڑا نہیں کہ سب کچھ بھول کر ایک نئی شروعات کر سکوں"۔وہ سکون سے بولی۔

"جب آپ سب کچھ بھول نہیں سکتیں تو یہاں میرے پاس کیوں آئی ہیں؟ آپکو تو مجھ سے بھی نفرت کرنی چاہیئے نا"۔ وہ اسکے پاس دوزانو ہو کر بیٹھ گیا۔

"تم سے تو میں چاہ کر بھی نفرت نہیں کر سکتی۔ تم میں مجھے میرا بھائی نظر آتا ہے۔ اسکی خوشبو آتی ہے تم سے"۔ وہ بہروز کے بال سہلاتے ہوئے بولی تو بہروز نے اسکی گود میں سر رکھ دیا۔ آنسو عیشہ کی گود میں گرے تھے۔

"خوشبو تو آپکو اماں سے بھی آتی ہے اپنی ماما کی"۔ وہ بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

"ہاں مگر میری ماما کے خون کی خوشبو کے سامنے وہ خوشبو پھیکی پڑ جاتی ہے"۔ وہ کرب سے بولی۔

"میں نے آپ کے ساتھ بہت غلط کیا ہے بھابھی"۔ وہ لہجے میں شرمندگی سموئے بولا تو وہ ہنس دی۔

"تم اب بھی میرے ساتھ غلط ہی کر رہے ہو"۔ وہ آنکھوں میں شرارت لئے بولی تو اس نے نا سمجھی سے اسے دیکھا۔

"مجھے اچھا لگے گا جب تم مجھے وقاص کی طرح آپی کہو"۔

"آئی ایم سوری آپی"۔ وہ زمین پر بیٹھے بیٹھے اس سے لپٹ کر رونے گا۔ پلوشہ نے بھی رونا شروع کر دیا تو وہ نم آنکھوں سے بولی۔

"دیکھو ماموں کو روتا دیکھ کر بھانجی بھی شروع ہو گئی ہے۔ سنبھالو اسے"۔ عیشہ نے بیٹی کو پیار کرتے ہوئے بہروز کے آگے کر دیا جسے اس نے نرمی سے اٹھا لیا۔

New Era Magazine

"آپ نے مجھے معاف کر دیا؟" وہ کمرے سے جانے لگی تو بہروز کی آواز پر رک گئی۔

"ہاں لیکن اس شرط پر کہ تم کہیں نہیں جاوگے اور تم کچھ نہیں جانتے ہو"۔ مسکرا کر کہتی وہ باہر نکل گئی۔ بہروز نے ننھی سی گڑیا کو اپنے ساتھ لگا لیا۔

"شمشیر صاحب"۔ وہ جو اپنی پوتی کو بانہوں میں لئے بیٹھے تھے بیوی کے بلانے پر متوجہ ہوئے۔

جب مجھے ہماری بیماری کا پتا چلا تھا تو مجھے لگا تھا اللہ نے ہم سے بدلہ لیا ہے۔ جو نفرت ہم نے دولت اور جائیداد کی غرض سے ضمیر حسین اور شائستہ سے نبھائی ہے یہ اسکا صلہ ہے۔ تب مجھے بہت ڈر لگا تھا کہ اگر ہمارے بچوں کو پتا چلا کہ ہم نے دولت اور شائستہ کے سوتیلے ہونے کی وجہ سے یہ سب کیا ہے تو ہم ان سے آنکھ کیسے ملائیں گے۔ میں نے بہت دعا کی اللہ سے کہ ہمارے رازوں پر پردہ ڈالے رکھے۔ اس نے ایسا ہی کیا۔

ہم نے بہت ظلم کئے ہیں شمشیر صاحب۔ نا قابل معافی جرم۔ پتا نہیں ہمارا کیا بنے گا؟" وہ نم لہجے میں بولیں۔

"جو بویا ہے وہ تو کاٹنا ہی پڑے گا نا"۔ شمشیر حسین شکست خوردہ لہجے میں بولے۔

بہروز جو پلوشہ کو لینے آیا تھا ماں باپ کی بات سن کر واپس پلٹ گیا۔ اسکے دل میں عیشہ کے لئے عزت اور بڑھ گئی تھی جس نے مصلحت سے کام لے کر ان سب کو اپنے ماں باپ پر یہ ظاہر کرنے سے روکا تھا کہ وہ سب جانتے ہیں۔ وہ واقعی ایک اچھی لڑکی تھی جو اتنا سب ہونے

کے باوجود بھی ماں باپ کو بچوں کی نظر میں گرتا ہوا نہیں دیکھ سکتی تھی۔ایک اچھی لڑکی کی بیٹی اچھی لڑکی ہی ثابت ہوئی تھی۔اسکے قدم عیشہ کے روم کی طرف اٹھے تا کہ اسکا شکریہ ادا کر سکے۔

ختم شد

New Era Magazine

نوٹ

اچھی لڑکی پڑھنے کے بعد اپنی رائے سے ضرور آگاہ کریں۔ نظرِ ثانی کرتے ہوئے اس بات کو یقینی بنایا گیاہے کہ کسی قسم کی غلطی نہ ہو اگر پھر بھی کوئی غلطی رہ گئی ہو تو اس کی نشاندہی ضرور کریں تاکہ ہم اس کو بہتر کر سکیں۔

تعاون کا طلبگار

ادارہ (نیو ایرا میگزین)